تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

ہماری مشکلات کا حل

ماضی قریب کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک جگہ سخت وبا پھوٹ پڑی اور لوگوں میں تیزی سے دہشت اور سراسیمگی پھیلنے لگی، ایسی حالت میں ایک صاحب گھبرائے ہوئے ایک صاحب دل کے پاس آئے اور اپنی گھبراہٹ کے اندیشہ کا اظہار کرنے لگے، ان صاحب نے ان کی حالت دیکھ کر کہا کہ آخر اس قدر پریشانی کی کیا بات ہے، گھوڑا تو نہیں چھوٹ گیا ہے؟ ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر گھوڑے کی لگام ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ یہ چیز دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے اور اس کی مرضی اور مشیت اور حکمت کے مطابق سارے کام ہو رہے ہیں، وہ رحیم بھی ہے، علیم بھی ہے، حکیم بھی ہے اور قدیر بھی ہے تو پھر گھبرانے پریشان ہونے اور ہمت ہارنے کا کیا موقع ہے؟ ان صاحب کا بیان ہے کہ اس مختصر جملہ نے ... اور ایسا محسوس ہوا جیسے دل کا سارا بوجھ اتر گیا۔

مولانا سید محمد الحسنیؒ

فی شمارہ =/12₹ | ۲۵ دسمبر ۲۰۱۳ء | سالانہ زر تعاون -/250

Postal Regd. No. LW/NP/63/2012TO2014
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Despatch Date, 10-12 / 25-27
Vol. No. 51 Issue No.03

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in
10 December 2013

Booking Open

SAITECH GRACE

An Ideal House You Truly Deserve

2 BHK / 3 BHK & 4BHK
Premium Flats Available
at Affordable Prices

FACILITIES /AMENITIES

24X7 security system, Intercom / EPABX system from Entrance Gate, Power Backup through Generator, Internet connectivity, Pressurized water supply system, High quality single lever bathroom fittings, Open and covered car parking, Children play ground, Jogging / walking track, Gymnasium provision, Automatic high speed lifts, Fire Fighting System, Ample open and covered (stilt and basement) car parking space, Visitor's Parking.

BUILDERS & DEVELOPERS
SAITECH INFRASTRUCTURE PVT. LTD.
MAS COLONISERS (INDIA) PVT. LTD.

Corporate Office
06-F.F., Natraj Complex, 11 B.N. Road, Lalbagh, Lucknow - 226001
Tele Fax : +91-522-4077160
Mob.: 9838456123, 9450200000, 9450931440, 9415022240
Website : www.saitechbuilders.com
E-mail : saitechinfra@gmail.com
Site Office 485/8, Mohan Meakin Road,Daliganj, Lucknow.

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

خوشبو دار عطریات

کی ایک قابل اعتماد دوکان

ایک مرتبہ تشریف لا کر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

IZHARSON PERFUMERS اظہارسن پرفیومرس

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

Designed By : Future Graphix, Lko. Mobile : 7860632916

Editor Shamsul Haq Nadwi, Printed & Published by Athar Husain
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ تعمیرِ حیات لکھنؤ

جلد نمبر ۵۱ — ۲۵ دسمبر ۲۰۱۳ء مطابق ۲۱ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ — شمارہ نمبر ۴

اس شمارے میں

شعر وادب		
ایک اللہ نے، ایک اللہ نے	سید عبدالرب صوفی	۲
اداریہ		
موجودہ حالات میں مردِ مومن کا کردار	شمس الحق ندوی	۳
خیال افروز		
لادینیت کی عالمگیر اشاعت کا راز	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۵
کاروان ادب		
علامہ شبلیؒ اور ان کے معاصر شعراء وادباء	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۷
روح پرور		
تائید ونصرت الٰہی کا معیار	ڈاکٹر یوسف القرضاوی	۱۴
فکر معاصر		
دنیا میں بدامنی کا ذمہ دار کون؟	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی	۱۸
ماہ سعادت		
حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا	مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی	۲۱
ہمارا سماج		
حسد۔ ایک تباہ کن نفسیاتی مرض	مصطفیٰ لطفی منفلوطیؒ	۲۲
تعارف وتبصرہ		
رسید کتب	محمود حسن حسنی ندوی	۲۳
جامع کمالات		
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	نعیم الرحمن صدیقی ندوی	۲۴
منزل بہ منزل		
رپورٹ مذاکرۂ علمی رابطہ ادب اسلامی	شیخ محمد اسلم	۲۶
فقہ و فتاویٰ		
سوال وجواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۳۱

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

نائب مدیر
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
- مولانا خالد ندوی غازی پوری
- نعیم الرحمن صدیقی ندوی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007
E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

سالانہ زر تعاون -/250	فی شمارہ -/12	50$

All CBS Payable Multicity Cheques

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے ... (تعمیر حیات)

پرنٹر وپبلشر ... نے ... پریس ... سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

شعروادب

ایک اللہ نے، ایک اللہ نے

سید عبدالرب صوفی

کس نے پیدا کیے سات سات آسماں — اور کس نے بنایا یہ سارا جہاں
کس نے جنت میں نہریں بنائیں وہاں — اور کس نے بہائیں یہاں ندیاں

ایک اللہ نے ، ایک اللہ نے

کس نے پیدا کیے ہیں یہ شمس و قمر؟ — اور کس نے بنائے یہ شام و سحر؟
کس نے پیدا کیے نونہال اور شجر؟ — اور کس نے کھلائے یہ گلہائے تر؟

ایک اللہ نے ، ایک اللہ نے

کوئی خالق ہے اس کے سوا اور بھی؟ — کیا یہاں اور وہاں ہے خدا اور بھی؟
ہے کہیں کوئی حاجت روا اور بھی — ہے کوئی درد دکھ کی دوا اور بھی؟

ایک اللہ ہے ، ایک اللہ ہے

خلق کر کے ہوا عرش پر مستوی — اختیار اس کا ہر شے کو ہے محتوی
اس کی قدرت کے باہر نہیں ہے کوئی — سب کے سب زار و عاجز ہیں، لیکن قوی

ایک اللہ ہے ، ایک اللہ ہے

☆☆☆☆☆

اداریہ

موجودہ حالات میں مردمومن کا کردار

شمس الحق ندوی

ہر بندۂ مومن کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اس کائنات کی خالق و مالک بس ایک ہی ذات ہے، وہ کسی کی محتاج نہیں، اور سب اس کے محتاج ہیں، پوری کائنات پر اسی کی فرمانروائی ہے، وہ ہر ہر چیز کو جانتا اور ہر ہر عمل و حرکت کی پوری خبر رکھتا ہے، کسی آن اور کسی لمحہ بھی وہ غافل نہیں ہوتا، اسی کے ساتھ مسلمان یہ بھی عقیدہ رکھتا ہے کہ ایک دن ایسا بھی آ کے رہے گا جب یہ دنیا مٹادی جائے گی اور انسان کو اس کے کیے کا بدلہ دیا جائے گا، مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خدا کی کتاب قرآن کریم سچی کتاب ہے، اور اس کو لانے والے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے اور آخری رسول ہیں، انھوں نے جو کچھ بتایا اور خبر دی وہ سب سچ ہے، اس کے خلاف جو کچھ کہا یا بتایا جائے، سراسر غلط ہے۔

ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی یہی عقیدہ رکھتا اور اپنے غلط عمل پر خدا کی پکڑ سے ڈرتا رہتا ہے، غلطی کر کے پچھتاتا اور شرماتا ہے۔

اپنے اس عقیدہ کی روشنی میں مسلمان اپنی قوم اور ملت کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے بڑی سے بڑی پیش کش کو ٹھکرا دیتا ہے، اس لیے کہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اگر ہم نے اس وقت دین وقوم سے غداری کر کے کوئی دنیاوی فائدہ اٹھالیا تو آخرت میں کل خدا کے سامنے اس کا بڑا بھیانک بھگتان بھگتنا پڑے گا، اور اس کی تلافی کی ساری راہیں بند ہو چکی ہوں گی۔

اگر کوئی مسلمان نفس وشیطان کا شکار ہو کر قوم وملت کے خلاف کسی پیش کش کو قبول کر لیتا ہے اور اس سے قوم کو نقصان پہونچتا ہے تو وہ عملی منافق ہوتا ہے، آخرت میں اس کو ملت فروشی کی جو سزا ملے گی وہ تو ملے گی ہی، اس دنیا میں بھی وہ جعفر وصادق کہلائے گا اور ہر مسلمان اس کو ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھے گا ؂

جعفر از بنگال ، صادق از دکن
ننگ ملت ، ننگ دیں ، ننگ وطن

ہمیں ان سطروں کے لکھنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو موجودہ مادہ پرستانہ ذہنیت سے متاثر ہو کر معمولی سے مفاد کے لیے خواہ وہ روپیہ پیسہ کی شکل میں ہو یا عہدہ اور منصب کی صورت میں، اس پر دین وملت کے مفاد کو بھینٹ چڑھا دیتا ہے جو اس کے ایمان وعقیدہ، دینی وملی غیرت وحمیت کے سراسر خلاف ہوتا ہے اور اس سے قوم وملت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جاتا ہے، قوموں کی زندگی میں بعض ایسی نازک گھڑیاں بھی آتی ہیں جن میں بہت سوچ سمجھ کر اہل علم ودانش اور بہی خواہان قوم کے رائے ومشورہ سے اقدام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس میں کوتاہی سے پوری قوم کو اس کا نقصان پہونچتا ہے، کبھی کبھی ایک شخص کی نادانی پوری قوم کو ذلت ورسوائی کے غار میں ڈھکیل دیتی ہے ؂

چو از قومے یکے بے دانشی کرد
نہ کہ را عزتے ماند نہ مہ را

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جن لوگوں نے بھی اپنے معمولی سے فائدہ کے لیے قوم وملت کو نظر انداز کیا ہے، انھوں نے اپنی ذلت ورسوائی کے ساتھ قوم کو بڑے خطرے میں ڈال دیا ہے، اس وقت ملت اسلامیہ جن خطرات سے دوچار ہے، ان خطرات میں بڑے غور وفکر اور عقل وہوش سے کام لینے کی ضرورت ہے، نہایت سوجھ بوجھ کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ قوموں کی زندگی میں کچھ ایسے نازک لمحات بھی آتے ہیں کہ ان لمحوں کی خطا صدیوں کی سزا کا دروازہ کھول دیتی ہے اور شاعر کو دل پر ہاتھ رکھ کر کہنا پڑتا ہے ع

لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی

جب مومن کا ایمان وعقیدہ وہ ہے جس کا اوپر ذکر ہوا، تو اس کے سامنے آج کی موجودہ دنیا میں جس میں چھن چھن میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، گھڑی گھڑی میں انقلاب اور عروج وزوال کا سین سامنے آتا رہتا ہے، کیوں ایک بندۂ مومن قوم کے مفاد کو نظر انداز کر کے، غدار قوم بن کر اپنے ذاتی مفاد کو ترجیح دے، وہ رزق، وہ منصب جو بندۂ مومن کے ایمان پر داغ لگائے، پاؤں سے روندد ینے کے قابل ہے نہ کہ اس کے سامنے سر جھکایا جائے، جس رزق سے ایمان کے بال و پر کٹتے ہوں اسے یہ کہہ کر ؎

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

یہ کتنی ستم ظریفی کی بات ہوگی کہ کسی صاحب ایمان کو خرید لیا جائے، اس کا سودا کر لیا جائے، یہ تو ممکن ہے کہ ایک مسلمان اپنے مخلصانہ عمل اور جد وجہد کے بعد دھوکہ کھا جائے، مگر یہ بات ناممکن ہونی چاہیے کہ وہ بک جائے، اس کو خرید لیا جائے، مگر یہ کتنی تلخ حقیقت ہے کہ اس وقت اس باغیرت قوم کی خرید وفروخت کا جال بچھا دیا گیا ہے اور وہ اس کا دانستہ یا نادانستہ شکار ہو رہی ہے جس کے نتیجہ میں ایسے مناظر سامنے آتے ہیں جہاں دل تھام کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ ع

حمیت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے

قوم کی آنکھوں کا تارہ وہی شخص بنتا ہے جو ہر حال میں قومی اور ملی مفاد کو مقدم رکھتا ہے اور اس کے لیے سب کچھ قربان کر دینے کے لیے تیار رہتا ہے، کوئی پیش کش اور لالچ اس کے پائے ثبات میں جنبش نہیں پیدا کر سکتی، اس کی قومی حمیت مال وزر کے ڈھیر کو ریت کے ٹیلہ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتی، اقبال نے مرد خدا کے بارے میں کہا ہے ؎

قوموں کی قسمت وہ مرد درویش
جس نے نہ ڈھونڈھی سلطاں کی درگاہ

موجودہ حالات اور فساد وبگاڑ کا چھایا ہوا کہر دیکھ کر کم ہمت لوگ مایوسی کی بات کرنے لگتے ہیں اور مایوسی ایسا روگ ہے جو شیر دل انسانوں کو گیدڑ اور لومڑی کی زندگی گذارنے پر آمادہ کر دیتی ہے، یقین واعتماد اور ہمت وحوصلہ جس میں ایمان کی روح کارفرما ہو، وہ جوہر ہے جو مایوسیوں کی شب تاریک کو سفیدیٔ صبح میں تبدیل کر دیتا ہے ؎

گماں آباد ہستی میں یقیں مرد مسلماں کا
بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی

حالات کتنے ہی مایوس کن ہوں، بندۂ مومن کے لیے مایوسی کفر ہے، بندۂ مومن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایمان کے ان تقاضوں کو پورا کرے، جس کو قرآن کریم نے اللہ کی مدد سے تعبیر کیا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنا یہ وعدہ پورا فرمائے گا کہ بندۂ مومن کی مدد کرے اور سخت طوفانوں میں اس کے قدم جمائے، اس کا وعدہ ہے: "یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوْا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ أَقْدَامَکُمْ". (اے اہل ایمان! اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا)۔

یہ خدائی وعدہ کسی خاص عہد کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ خاص عمل "اِنْ تَنْصُرُوْا اللّٰہَ" کے ساتھ مخصوص ہے، جب بھی یہ عمل پایا جائے گا خدا کی مدد بھی اپنا جلوہ دکھائی گی، اور اس وقت بھی اپنا جلوہ دکھا سکتی ہے ؎

اس دور میں بھی مرد خدا کو ہے میسر
جو معجزہ پربت کو بنا سکتا ہے رائی

☆☆☆☆☆

خیال افروز

لادینیت کی عالمگیر اشاعت کا راز

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

یہ نیا دین (لادینیت) اسلامی دنیا میں کیوں کر پھیل سکا؟ کیسے اسے یہ طاقت حاصل ہو سکی کہ مسلمانوں پر عین اُن کے گھر کے اندر حملہ آور ہو سکے؟ اور کیوں کر اُس کے لیے ممکن ہوا کہ لوگوں کی عقلوں اور طبیعتوں پر اس قدر قوت کے ساتھ مستولی ہو جائے؟ یہ سب سوالات ہیں، جو بڑی گہری اور دقیق فکر اور بڑے وسیع مطالعہ کو چاہتے ہیں۔

قصہ یوں ہوا ہے کہ انیسویں صدی عیسوی میں دنیائے اسلام پر تھکاوٹ اور بڑھاپے کے آثار طاری ہونے لگے، دعوت وعقیدہ اور علم وعقلیت کے لحاظ سے وہ شدید ضعف وانحطاط کی کیفیت میں مبتلا ہو گئی، اسلام تو بے شک بڑھاپے کی منزل سے آشنا نہیں ہے، اس کی مثال سورج کی سی ہے کہ قدیم ہونے کے باوجود ہر وقت جدید اور ہر دم جوان، لیکن یہ مسلمان تھے، جو ضعف وپیری کا شکار ہو گئے، علم میں وسعت، فکر میں ندرت، عقل میں عبقریت، دعوت کے جوش وولولہ اور اسلام کی مؤثر طریقے پر پیش کرنے کے سلیقہ میں بڑا خلا محسوس ہوتا تھا۔

مزید برآں یہ ہوا کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں سے ربط نہیں رکھا گیا اور نہ ان کے ذہن کو متاثر کرنے کی کوشش کی گئی، حالانکہ آنے والا دور انہیں کا تھا، اس نوخیز نسل کو اس بات کا قائل کرنے کی بہت کم کوشش کی گئی کہ اسلام ایک سدا بہار پیغام اور دین انسانیت ہے، قرآن ہی تنہا وہ معجزہ اور ابدی کتاب ہے، جس کے عجائبات کی انتہا نہیں، جس کے ذخائر فکر یہ کا اختتام نہیں، اور جس کی جدت پر کہنگی کا گزر نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے ایک زبردست معجزہ، تمام نسلوں کے رسول اور تمام زمانوں کے امام ہیں، اسلامی شریعت، قانون سازی کا ایک معیاری نمونہ ہے، اس میں زندگی کے ساتھ چلنے اور اس کے صحیح مطالبات کا جواب دینے کی پوری صلاحیت ہے، ایمان وعقیدہ اور اخلاق و روحانی اقدار ہی وہ بنیادیں ہیں، جن پر ایک شریف سوسائٹی اور پاکیزہ تمدن کی عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے، نئی تہذیب کے پاس صرف ذرائع ووسائل ہیں، اخلاق وعقائد اور غایات ومقاصد کا سرچشمہ صرف انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات ہیں، اور ایک متوازن اور صالح تمدن کا قیام صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ مقاصد و وسائل صحیح تناسب کے ساتھ جمع ہوں۔

> "جو انسان اس لیے آیا ہو کہ پوری دنیا کو ایک اکائی بنائے، جو اس لیے آیا ہو کہ تمام نوع انسانی کو ایک جھنڈے کے نیچے اور ایک عقیدے پر جمع کرے، جو اس لیے آیا ہو کہ ایک نیا معاشرہ وجود میں لائے، جو دین و ایمان برب العالمین کی بنیادوں پر استوار ہو، جو اس لیے آیا ہو کہ خارزار عالم میں امن اسلام کے پھولوں کی سیج بچھائے، جو اس لیے آیا ہو کہ انسانیت کے پورے خاندان کو محبت والفت کی ایک لڑی میں پروئے، جو اس لیے آیا ہو کہ انہیں باہم شیر وشکر کر کے اس طرح یک جان بنا دے کہ ایک کو دکھ ہو تو دوسرا بھی تڑپے، اس مشن کے حامل انسان کے لیے تو بالکل قدرتی اور بالکل عقلی بات ہے کہ وہ ان نسلی، قومی اور عصبیتوں کے خلاف کھلا اعلان جنگ کرے اور اس انتہائی حد تک ان کے خلاف لڑے کہ وہ قصہ ماضی بن کر رہ جائیں۔"

یہ صورت حال اور یہ وقت تھا، جب یورپ اپنے فلسفوں کا لشکر لے کر اسلامی دنیا پر حملہ آور ہوا، وہ فلسفے جس کی تدوین اور تراش وخراش بڑے بڑے فلاسفہ اور یگانۂ روزگار شخصیتوں کی ذہنی کاوشوں کا ثمرہ تھی، جنھوں نے ان پر ایسا علمی اور فلسفیانہ رنگ چڑھایا تھا کہ یہ فکر انسانی کی معراج ہے، مطالعہ و تحقیق اور عقل انسانی کی پرواز اس پر ختم ہے، اور غور فکر کا یہ وہ نچوڑ ہے، جس کے بعد کچھ اور سوچا نہیں جا سکتا، حالانکہ ان فلسفوں میں کچھ چیزیں وہ تھیں، جو تجربات ومشاہدات پر مبنی تھیں، اور وہ صحیح تھیں، اور بہت سی چیزیں وہ تھیں جو محض ظن وتخمین اور مفروضات وتخیلات پر مبنی تھیں، گویا ان میں حق بھی تھا، اور باطل بھی، علم بھی تھا، اور جہل بھی، محکم حقائق بھی تھے، اور شاعرانہ تخیلات بھی، شاعری، یہ نہ سمجھئے کہ نظم وقافیہ بندی ہی میں منحصر ہے، یہ فلسفہ وعلم کے میدان میں بھی ہوتی ہے، یہ فلسفے مغربی فاتحین کے جلو میں آئے اور مشرقی عقل وطبیعت نے فاتحین کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت بھی قبول کر لی، مشرق کے تعلیم یافتہ طبقے نے بڑھ کر ان کو قبول کر لیا، ان لوگوں میں وہ بھی تھے، جنھوں نے سمجھ کر قبول کیا تھا، مگر وہ کم تھے، زیادہ تر وہ تھے، جو ذرا بھی نہیں سمجھتے تھے، لیکن اُس پر ایمان بالغیب رکھتے تھے، یہ سب ایک سرے سے مسحور تھے، ان فلسفوں پر ایمان لانا ہی عقل وخرد کا معیار بن گیا، اور اس کو روشن خیالوں کا شعار سمجھا جانے لگا۔

اس طرح یہ الحاد وارتداد اسلامی ماحول اور اسلامی دائروں میں بغیر کسی شورش اور کش مکش کے پھیل گیا، نہ باپ اس انقلاب پر چونکے، نہ اساتذہ اور مربیوں کو خبر

ہوئی، اور نہ غیرت ایمانی رکھنے والوں کو کوئی جنبش ہوئی، اس لیے کہ یہ ایک خاموش انقلاب تھا، اس الحاد وارتداد کو اختیار کرنے والے کسی کلیسا میں جاکر نہیں کھڑے ہوئے، نہ کسی معبد میں داخل ہوئے، نہ کسی بت کے آگے انھوں نے ڈنڈوت کی، اور نہ کسی استھان پر جاکر قربانی پیش کی، اگلے دور میں یہی سب علامات تھیں جن سے کفر وارتداد اور زندقہ کا علم ہوتا تھا۔

نفاق و الحاد

اگلے مرتدین اسلامی سوسائٹی کو خیرباد کہہ کر اس سوسائٹی سے منسلک ہوجایا کرتے تھے جس کا دین وہ قبول کرتے تھے، اور اپنے عقیدے کی تبدیلی کا صراحت اور جرأت کے ساتھ اعلان کردیتے تھے، پھر جو کچھ نئے مذہب کی راہ میں برداشت کرنا پڑتا تھا، برداشت کرتے تھے، انھیں اس پر اصرار نہیں ہوتا تھا کہ پرانی سوسائٹی میں جو حقوق اور منافع انھیں حاصل تھے، ان کو محفوظ رکھنے کے لیے اس سوسائٹی سے چپکے رہیں، لیکن آج جو لوگ دین اسلام سے اپنا تعلق منقطع کرتے ہیں، وہ اس پر تیار نہیں ہوتے، اسلامی سوسائٹی سے بھی اپنا رشتہ کاٹ لیں، حالانکہ دنیا بھر میں اسلامی معاشرہ ہی تنہا وہ معاشرہ ہے، جس کی تاسیس وترتیب عقیدے کی بنیاد پر ہے، اور مخصوص عقائد کے بغیر اسلامی معاشرہ وجود میں نہیں آتا، لیکن یہ نئے مرتدین اصرار کرتے ہیں کہ اس معاشرے کے نام پر فوائد حاصل کرتے ہوئے اپنی جگہوں پر جمے رہیں، اور اسلام کے بخشے ہوئے تمام حقوق سے متمتع ہوتے رہیں، یہ ایک نرالی صورت حال ہے، جس سے اسلام کی تاریخ کو کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔

"جاهلی عصبیت" اور "مذهب قوم پرستی"

ان فلسفوں نے جہاں ایک طرف عقائد اور اخلاقی قدروں کو مجروح کیا ہے، وہاں ان جاہلی جذبات واحساسات کی تخم ریزی بھی دنیائے اسلام میں کی ہے، جن سے اسلام نے کھل کر جنگ کی تھی، اور جن پر پیغمبر اسلامؐ نے پوری قوت سے چوٹ لگائی تھی، مثال کے طور پر عصبیت جاہلیہ کو لیجیے جو نسل، وطن یا قومیت کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے، پھر اس کی اس قدر تقدیس کی جاتی ہے، اس طرح اس پر جان دی جاتی ہے، اور انسانی برادری کو اس کی بنیادوں پر تقسیم کرنے میں اتنا غلو پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ (عصبیت) ایک مستقل عقیدہ اور ایک مستقل دین بن جاتی ہے، دل ودماغ پر اس طرح اس کا قبضہ ہو جاتا ہے کہ ساری زندگی کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں آجاتی ہے، یہ اپنی ہمہ گیری، اپنی طاقت اور اپنے اثرات کی گہرائی اور مضبوطی کے لحاظ سے بلاشبہ دین ومذہب کی حریف ہے، اور اس کی گرفت انسان کی پوری زندگی پر ہوتی ہے، یہ جب کسی معاشرے پر چھا جاتی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی کوششوں اور کارناموں پر پانی پھر جاتا ہے، اور دین عبادات اور چند رسوم ورواج کے دائرے میں محدود ہوکر رہ جاتا ہے جو پوری زندگی پر فرماں روائی کے لیے آیا تھا، پھر اس کے نتیجہ میں عالم انسانیت چند متحارب کیمپوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اور وہ "امت واحدہ" جس کے متعلق پروردگار عالم کا ارشاد ہوا تھا: "وَاِنَّ هٰذِهٖ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ"۔ پارہ پارہ ہوکر بے شمار امتوں میں بٹ جاتی ہے۔

اسلام اس "عصبیت" سے کیوں بر سر جنگ ہے؟

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عصبیت جاہلیہ کے خلاف پوری شدت کے ساتھ جنگ کی تھی، اس کے بارے میں اپنی امت کو صاف الفاظ میں آگاہی دی تھی، اور ہر اُس بنیاد پر تیشہ چلایا تھا، جس سے یہ ابھر سکتی ہے اور اس باب میں یہ رویہ ضروری بھی تھا، اس لیے کہ ان عصبیتوں کے ساتھ ایک عالمی دین کے قیام کا کوئی امکان اور امت واحدہ کی وحدت چار دن بھی سلامت نہیں رہ سکتی تھی، اس عصبیت کی مذمت اور اس کی تردید شریعت اسلامیہ میں ایک مسلم حقیقت ہے، بے شمار نصوص ہیں، جو اس بات کو ظاہر کرتے ہیں، بلکہ اسلام کا اس عصبیت سے ایک بدیہی چیز ہے، جو شخص اسلام کے مزاج سے متعلق دینی مزاج ہی سے واقف ہوگا، اس پر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ یہ مزاج ان عصبیتوں کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتا، سیاسی رجحانات وخیالات سے خالی الذہن ہوکر تاریخ کا مطالبہ کیا جائے تو اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے، بلکہ بین الانسانی تفریق اور عالم انسانیت کی تباہی وتخریب میں جو عوامل کارفرما رہے ہیں، ان میں ان جاہلی عصبیتوں کا درجہ بہت اونچا ہے، پس قدرتی بات ہے کہ جو انسان اس لیے آیا ہو کہ پوری دنیا کو ایک اکائی بنائے، جو اس لیے آیا ہو کہ تمام نوع انسانی کو ایک جھنڈے کے نیچے اور ایک عقیدے پر جمع کرے، جو اس لیے آیا ہو کہ ایک نیا معاشرہ وجود میں لائے، جو دین ایمان برب العالمین کی بنیادوں پر استوار ہو، جو اس لیے آیا ہو کہ خارزار عالم میں امن اسلام کے پھولوں کی سیج بچھائے، جو اس لیے آیا ہو کہ انسانیت کے پورے خاندان کو محبت والفت کی ایک لڑی میں پروئے، جو اس لیے آیا ہو کہ انہیں باہم شیر وشکر کرکے اس طرح یک جان بنادے کہ ایک کو دکھ ہو تو دوسرا بھی تڑپے، اس مشن کے حامل انسان کے لیے تو بالکل قدرتی اور بالکل عقلی بات ہے کہ وہ ان نسلی اور قومی عصبیتوں کے خلاف کھلا اعلان جنگ کرے اور اس انتہائی حد تک ان کے خلاف لڑے کہ وہ قصہ ماضی بن کررہ جائیں۔

☆☆☆☆☆

کاروان ادب

خطبۂ صدارت سیمینار رابطہ ادب اسلامی، منعقدہ اورنگ آباد

علامہ شبلیؒ اور ان کے معاصر شعراء وادباء

کے کلام میں ملت اسلامیہ کے حالات کی فکرمندی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمد للہ رب العالمین، والصلاة والسلام علی خاتم الأنبیاء والمرسلین، وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین، و بعد.

حضرات! رابطہ ادب اسلامی عالمی کے اس سیمینار کے شرکاء کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں اور جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے اس عمل کی قدردانی کا اظہار کرتے ہیں کہ اس کے موقر ناظم مولانا محمد ریاض الدین صاحب فاروقی ندوی نے اس سیمینار کی میزبانی کی پیشکش کی، اور اس کو اچھے معیار سے انجام دے رہے ہیں۔ اس موقر ادارے کی طرف سے اس سے پہلے بھی کئی سیمینار اچھے معیار کے ساتھ انجام دیے جاچکے ہیں، جو منفرد اور اچھے موضوعات پر منعقد ہوئے۔ یہ سیمینار بھی اچھے اور ضرورت کے موضوع پر انجام دیا جارہا ہے، اس میں علم وادب سے مناسبت رکھنے والے افراد شرکت کررہے ہیں۔

حضرات! آپ جانتے ہیں کہ گذشتہ صدی عیسوی کا آغاز ہندوستان کے اِن حالات میں ہوا کہ انگریزی اقتدار ہندوستان میں پوری طرح اپنے پاؤں جما چکا تھا۔ ۱۸۵۷ء کی انقلابی کوشش کی ناکامی پر انگریزی اقتدار نے ملک کے عوام پر ایسی سختی کی اور ظلم کی ایسی شکلیں اختیار کیں جن سے انقلابی کوشش کا خیال اور ہمت ختم ہوجائے اور انگریزی اقتدار کی بنا مضبوط رہے۔

اس مقصد کے لیے انگریزوں نے دو طریقے اختیار کیے۔ ایک تو یہ کہ جن لوگوں میں استعمار اور باہری اقتدار کے خلاف کوشش کرنے کی صلاحیت ہو، ان کو بے ہمت بنادیا جائے۔ اس میں مسلمانوں کو زیادہ پیش نظر رکھا گیا، کیوں کہ انہوں نے حکومت مسلمانوں سے ہی چھینی تھی، اس لیے طبعی طور پر انہی کو اپنا اصل حریف سمجھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ تعلیم کے ذریعے سے ایسی ذہن سازی کی جائے کہ انگریزوں کو زیادہ مثالی اور بہتر صلاحیت کا حامل سمجھا جانے لگے۔ مغربی سیاست دانوں اور مفکرین نے اپنے اس عمل کو صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے اختیار کیا، اور مسلمانوں کی نئی نسل کو تو بالکل بدل دینے کی تدابیر اختیار کیں اور نقصان پہونچایا۔ لیکن بیرونی طاقتوں کے اس عمل کے نقصانات کو محسوس کرنے والوں نے اس کے خطرناک پہلوؤں کو محسوس کیا اور قابل عمل کوششیں اختیار کیں۔ اس سلسلہ میں ہندوستان میں ہندو اور مسلم دونوں نے اتحاد کا ثبوت دیا۔

مسلمانوں نے ترکی خلافت کے ختم ہونے پر پورے عالم اسلام کی اہمیت کو جو دھچکا پہنچا تھا، اس کو محسوس کرتے ہوئے "تحریکِ خلافت" کے عنوان سے تحریک شروع کی، جس کا اصل مقصد ہندوستان سے بیرونی طاقت کے اثر کو کم کرنا تھا۔ بیرونی طاقت کو ہندوستان سے ہٹانے کی ضرورت کو ہندو دانشوروں نے بھی محسوس کیا اور وہ مسلمانوں کے ساتھ ان کی سیاسی کوشش میں شریک ہوئے۔ مسلمان دانشوروں نے اور ان کے ادبی صلاحیت ودینی حمیت رکھنے والے افراد نے اسلامی ذہن سازی کو موضوع بنایا اور ذرائع ابلاغ اور پرامن سیاسی کوششوں کو اختیار کیا۔ ذہن سازی کے کام میں اُس حلقے کا بھی بڑا کردار رہا، جس نے اپنی کوشش علمی وادبی دائرے میں استعمال کی، ان میں علامہ شبلی نعمانی اور ان کے اہل فکر ونظر معاصرین میں اکبر الٰہ آبادی اور مولانا الطاف حسین حالی خاص طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنے ممتاز علمی وادبی اسلوب میں اسلامی تمدن وعظمت کے قدیم عہد کا جوشاندار دور

> **کلمۂ طیبہ ہر وہ کلمہ اور بات ہے جس سے انسانوں کو فائدہ پہنچتا ہو، اس سے انسان کی زندگی کا مسئلہ حل ہوتا ہو، اس کی پریشانی دور ہوتی ہو اور اس کو ایسی غذا ملتی ہو جس سے اس کے ذوق کو بھی تسکین ملتی ہو اور انسانی جذبہ کو بھی مدد ملتی ہو، یہ ادب ہمیں قرآن مجید میں ملتا ہے بلکہ قرآن مجید اس کی اعلیٰ مثال ہے، اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی اس کا بہترین نمونہ ہے، اگر ہم قرآن کریم کی ان آیات اور اس کے کلام پر غور کریں تو ہم اس حقیقت سے واقف ہو سکتے ہیں کہ کلمۂ طیبہ کیا ہے؟ اور کلمۂ طیبہ کے ذریعہ اللہ نے ہمیں کیا چیز اور کیا نعمت عطا فرمائی ہے؟!**

رہا ہے۔ اس کے حوالے سے اپنی تصنیفات اور اپنی شاعری میں یہ حقیقت سامنے لانے کی کوشش کی کہ یہ انگریز جو اپنی علمی وثقافتی ترقی کا بڑا ذکر کرتے ہیں، ماضی میں مسلمان ان سے بہتر اور زیادہ ترقی کر چکے ہیں، اور آج کی یہ ترقی یافتہ قومیں مسلمانوں کی ترقی کے دور میں طفلِ مکتب بلکہ علم وتعلیم سے بالکل دور رہی ہیں۔ تعلیم سے دلچسپی اور توجہ کا آغاز انہوں نے مسلمانوں سے استفادہ کے بعد کیا۔ آگے چل کر مسلمانوں نے پست ہمتی کا مظاہرہ کیا تو پیچھے رہ گئے اور یہ قومیں آگے بڑھ گئیں، لیکن مسلمان اپنے ماضی کو دہرانے کی اب بھی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔

علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے عالم اسلام کے مختلف ملکوں میں حکومتی وسیاسی حالات میں تکلیف دہ حد تک تبدیلیاں ظاہر ہونے پر اپنے افسوس کو شاعری کے پیرایے میں اس طرح ظاہر کیا ۔

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام ونشاں کب تک
چراغِ کشتۂ محفل سے اٹھے گا دھواں کب تک
قبائے سلطنت کے گر فلک نے کر دیے پرزے
فضائے آسمانی میں اڑیں گی دھجیاں کب تک
مراکش جا چکا ، فارس گیا ، اب دیکھنا یہ ہے
کہ جیتا ہے یہ ٹرکی کا مریضِ سخت جاں کب تک
یہ سیلابِ بلا بلقان سے جو بڑھتا آتا ہے
اسے روکے گا مظلوموں کی آہوں کا دھواں کب تک
یہ وہ ہیں، نالۂ مظلوم کی لے جن کو بھاتی ہے
یہ راگ ان کو سنائے گا یتیمِ ناتواں کب تک
یہ مانا ، تم کو تلواروں کی تیزی آزمانی ہے
ہماری گردنوں پر ہوگا اس کا امتحاں کب تک
نگارستانِ خوں کی سیر گر تم نے نہیں دیکھی
تو ہم دکھلائیں تم کو زخمہائے خوں چکاں کب تک
یہ مانا ، تم کو شکوہ ہے فلک سے خشک سالی کا
ہم اپنے خون سے سینچیں تمہاری کھیتیاں کب تک
کہاں تک لوگے ہم سے انتقامِ فتحِ ایوبی
دکھاؤ گے ہمیں جنگِ صلیبی کا سماں کب تک
سمجھ کر یہ کہ دھندلے سے نشانِ رفتگاں ہیں ہم
مٹاؤ گے ہمارا اس طرح نام ونشاں کب تک
زوالِ دولتِ عثماں زوالِ شرع وملت ہے
عزیزو ! فکرِ فرزند وعیال وخانماں کب تک
خدارا تم یہ سمجھے بھی کہ یہ تیاریاں کیا ہیں ؟
نہ سمجھے اب تو پھر سمجھو گے تم یہ چیستاں کب تک
جو گونج اٹھے گا عالم شورِ ناقوسِ کلیسا سے
تو پھر یہ نغمۂ توحید وگلبانگِ اذاں کب تک
بکھرتے جاتے ہیں شیرازۂ اوراقِ اسلامی
چلیں گی تند بادِ کفر کی یہ آندھیاں کب تک
حرم کی سمت بھی صید افگنوں کی جب نگاہیں ہیں
تو پھر سمجھو کہ مرغانِ حرم کے آشیاں کب تک
جو ہجرت کر کے بھی جائیں تو شبلی اب کہاں جائیں
کہ اب امن وامانِ شام ونجد وقیرواں کب تک

حضرات! ملت کے مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے ان کو اپنے ادبی قالب میں مؤثر طریقے سے پیش کرنے میں تقریباً ایک صدی قبل جب کہ ہندستان بیرونی استعماری طاقت کے سامنے بے بس اور بے زبان بنایا جا رہا تھا، باہمت ادباء اور علماء نے اپنی اپنی ذوقی وفطری صلاحیتوں سے قوم کو خطرے سے بچانے کی کوشش کی۔ علماء نے علم کی راہ سے، ادباء نے ادب کی راہ سے اور شعراء نے شعر کی راہ سے ذہنوں اور ذوقوں کو غلامانہ ذہنیت سے نکالنے کی کامیاب کوششیں کیں۔ اس میں علامہ شبلی نعمانیؒ اپنے دیگر اہلِ فکر وادب رفقاء میں نمایاں رہے۔ انھوں نے شاعری کے ساتھ اپنی مؤثر تصنیفات کے ذریعے مسلمانوں کے عظیم الشان عہدِ رفتہ کو پیش کیا۔ علامہ شبلی نعمانی کی کتاب "الفاروق" جب طبع ہو کر آئی ہے تو اس وقت کے نوخیز اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں قاضی عدیل عباسی صاحب کہتے تھے کہ ہم طالب علم تھے، الفاروق سے ہماری ہمت بہت بڑھ گئی، احساسِ کمتری ختم ہوا، اور ہم غیر مسلم اسکالرز سے بات کرتے ہوئے بڑے فخر سے اس کتاب کا حوالہ دینے لگے، اور کہنے لگے کہ لو یہ کتاب پڑھو، اس لیے کہ تعلیم کے ذریعے سے مسلمانوں کا ایسا ذہن بنایا جا رہا تھا اور ان میں تحقیر کا ایسا احساس پیدا کیا جا رہا تھا کہ گویا انھوں نے کوئی ڈھنگ کا اور عزت کا کام کیا ہی نہیں۔ ان کو تو صرف مار دھاڑ اور حکومتوں پر قبضہ کرنا آتا ہے، تو اس زمانے میں "الفاروق" نے بڑا اثر ڈالا اور اس نے ذہنی انقلاب پیدا کیا، کیوں کہ اس وقت سب مسلمان جدید تعلیم اور اس کے نظریات کے مقابلے میں احساسِ کمتری میں مبتلا تھے۔

نثری کوشش کے ساتھ علامہ شبلی نے شاعری کے ذریعے بھی اسلامی مقاصد اور اسلامی شعائر کو بیان کرنے کا کامیاب کام انجام دیا، تاکہ لوگوں کے دل مضبوط ہوں اور انہیں اپنی عظمتِ رفتہ پر فخر ہو۔ انھوں نے اپنے ادب وشعر کے ذریعے مسلمانوں کے اندر سے احساسِ کمتری کو دور کرنے کی کوشش کی اور انہیں اپنی ثقافت، اپنے مقام وعظمت کو سمجھنے اور اپنے رتبۂ بلند کو حاصل کرنے کے لیے آواز دی جس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔

دوسری طرف بیرونی اثرات نے بھی نوخیز اور کم تعلیم یافتہ لوگوں کو نقصان پہنچایا، اور ادب وشاعری کی لائن میں ایسے لوگ ابھرے جنھوں نے پُرخلوص انسانی اقدار کے بجائے احساسِ کمتری کے جذبات کے اثر سے نفسانی خواہشات اور غیر اخلاقی ذوق کو ابھارا ، اور یہ بات اتنی بڑھی کہ ادب نام ہو گیا نفسانیت اور بے باکی کے خیالات کا۔ اور کوئی اخلاقی رنگ اختیار کرے تو اس کے ادب کو ادب تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ اس طرح انھوں نے اس سے بجائے تعمیر کے تخریب کا، اور بجائے اصلاح کے افساد کا کام

لیا۔ حالانکہ جو ادب نفسانی خواہشات کے تابع ہوتا ہے، اس سے کسی کے صاف ستھرے انسانی تقاضے اور ضرورت کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس لیے انسانیت کا تقاضا ہے کہ ادب کو اس کے حقیقی مصرف کے لیے استعمال کیا جائے جس کے ذریعے انسانوں کو تسکین اور ان کی فطری ضرورت کو پورا کیا جائے۔

ادب سے تعمیر واصلاح کا کام لینے والوں میں اس عہد کی دوسری اہم شخصیت خواجہ الطاف حسین حالی کی تھی، ان کی شاعری نے بھی یہ کام انجام دیا۔ خواجہ غلام السیدین اپنی کتاب "مسدس کی مصلحانہ شان" میں رقم طراز ہیں:

"اسلام کی تعلیم کے رُخِ روشن پر زمانے کے تعصب، مخالفوں کی غلط بیانی اور خود مسلمانوں کی بے راہ روی کی وجہ سے جو پردہ پڑ گیا تھا، حالی نے اُس پردے کو اٹھا کر دکھایا کہ اسلام ایک مذہبِ امن ہے جو دنیا میں سلوک اور محبت کی حکومت قائم کرنے آیا تھا۔ اسلام کا مقصد قوموں اور جماعتوں کا اختلاف اور تعصب کو مٹانا اور ان میں ایک عالمگیر اخوت قائم کرنا تھا۔ اُس نے فقیری میں خودداری اور جد وجہد اور ثروت میں فیاضی، خدا ترسی اور خود شناسی سکھائی تھی۔ اُس نے علم وحکمت کو مومن کی کھوئی ہوئی پونجی سے تعبیر کیا تھا۔ اسی کی برکت سے مسلمانوں نے دنیائے فکر وعمل کو مسخر کر لیا تھا۔"

مسدس کی مصلحانہ شان

مولانا الطاف حسین حالی کو اپنے معاصرین میں ادبی سطح پر بڑا مقام حاصل تھا، ان کی ادبی تنقید کو وقیع مانا جاتا تھا۔ انہوں نے بھی حالات کی گراوٹ اور مسلمانوں کی پستی پر اظہارِ رنج وافسوس مؤثر پیرایے میں پیش کیا۔ ان کی مسدس حالی اس اظہارِ خیال کی مؤثر ترجمان بنی۔ ایک زمانہ تھا کہ ان کی مسدس جگہ جگہ پڑھی جاتی تھی، اور لوگ اس پر فریفتہ تھے اس لیے کہ وہ دلوں پر اثر ڈالتی تھی، مسلم قوم کی گراوٹ کو دیکھ کر دل میں جو غم ابھرتا تھا، اور جو مسائل پیش آ رہے تھے، ان کے اثر سے پیدا ہونے والی دل گرفتگی کی حالت میں مسدس حالی ایک طرح سے مرہم کا کام کرتی تھی، اس کو پڑھتے تھے اور یہ احساس ابھرتا تھا کہ ہماری امت عظیم امت تھی اور اب کیا حال آ گیا ہے، اور ہم مسلمان اگر اپنی معنویت کھو دیں گے، احساس کھو دیں گے تو اپنے عظیم ماضی کو واپس لانے اور اپنی بلند خصوصیات کو واپس لانے کی صلاحیت سے محروم ہو جائیں گے، لہٰذا اس کے لیے جو ہم سے ہو سکے اس کو کرنا چاہیے۔

خواجہ الطاف حسین حالی کی مسدس میں مسلمانوں کے گزشتہ عروج کی تاریخ ملاحظہ ہو:

نہیں اس طبق پر کوئی بز اعظم
نہ ہوں جس میں اُن کی عمارات محکم
سرِ کوہ آدم سے تا کوہ بیضا
جہاں جاؤ گے کھوج پاؤ گے اُن کا
ہوا اندلس اُن سے گلزار یکسر
جہاں اُن کے آثار باقی ہیں اکثر
جو چاہے کوئی دیکھ لے آج جا کر
یہ ہے بیتِ حمرا کی گویا زباں پر
کہ تھے آلِ عدنان سے میرے بانی
عرب کی ہوں میں اس زمیں پر نشانی
کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے
مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے
خلافت کو زیر و زبر جا کے دیکھے
جلال اُن کا کھنڈروں میں یوں ہے چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

ترقی کے بعد جب مسلمانوں پر زوال آیا اور وہ دنیا میں پوری طرح ذلیل وخوار ہوئے تو ان کو غیرت دلاتے ہوئے اور خوابِ غفلت سے بیدار کرتے ہوئے حالی کہتے ہیں:

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے
بھنور میں جہاز آ کے جس کا گھرا ہے
کنارہ ہے دور اور طوفاں بپا ہے
گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے
نہیں لیتے کروٹ مگر اہلِ کشتی
پڑے سوتے ہیں بے خبر اہلِ کشتی
گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے
فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے
چپ و راست سے یہ صدا آ رہی ہے
کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم
ابھی جاگتے تھے ، ابھی سو گئے تم
پر اس قومِ غافل کی غفلت وہی ہے
تنزل پہ اپنے قناعت وہی ہے
ملے خاک میں ، پر رعونت وہی ہے
ہوئی صبح اور خوابِ راحت وہی ہے
نہ افسوس انہیں اپنی ذلت پہ ہے کچھ
نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہے کچھ
بہائم کی اور ان کی حالت ہے یکساں
کہ جس حال میں ہیں، اسی میں ہیں شاداں
نہ ذلت سے نفرت ، نہ عزت کا ارماں
نہ دوزخ سے ترساں ، نہ جنت کے خواہاں
لیا عقل و دیں سے ، نہ کچھ کام انہوں نے
کیا دینِ برحق کو ، بدنام انہوں نے
وہ دیں جس نے اعداء کو اخواں بنایا
وحوش اور بہائم کو انساں بنایا
درندوں کو غمخوارِ دوراں بنایا
گڈریوں کو عالم کا سلطاں بنایا
وہ خطہ جو تھا ایک ڈھوروں کا گلہ
گراں کر دیا اس کا عالم سے پلہ

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ، وہ کیا تھا
جہاں سے الگ، اک جزیرہ نما تھا
زمانے سے پیوند، جس کا جدا تھا
نہ کشور ستاں تھا، نہ کشور کشا تھا
تمدن کا اس پر، پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا واں، قدم تک نہ آیا

آخر میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں مناجات پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں، ان اشعار کی معنویت دیکھیے اور ان کی بلاغت ملاحظہ کیجیے تو لگتا ہے کہ مولانا حالی نے اپنا جگر نکال کر رکھ دیا ہے۔ دیکھیے کس قدر درد کے ساتھ کہتے ہیں:

اے خاصۂ خاصانِ رسل! وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج، غریب الغرباء ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی، سیزر و کسریٰ
خود آج وہ، مہمان سرائے فقراء ہے
وہ دین، ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں، نہ بتی نہ دیا ہے
جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اس کا نگہبان، اگر ہے تو خدا ہے
جو تفرقے اقوام کے، آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ، اب آکے پڑا ہے
جس دین نے تھے، غیروں کے دل آکے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے، اب بھائی جدا ہے
جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف، اس میں بپا ہے
جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر، غنا بھی
اس دین میں اب فقر ہے باقی، نہ غنا ہے
جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکماء کی
وہ عرصۂ تیغ جہلاء و سفہاء ہے
جس دین کی حجت سے، سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ، ہر ہرزہ سرا ہے
ہے دین ترا اب بھی، وہی چشمۂ صافی
دینداروں میں پر آب ہے باقی، نہ صفا ہے
عالم ہے سو بے عقل ہے، جاہل ہے سو وحشی
منعم ہے سو مغرور ہے، مفلس سو گدا ہے
یاں راگ ہے واں رات، تو واں رنگ و شب و روز
یہ مجلسِ اعیان ہے، وہ بزمِ شرفا ہے
چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے، نہ یاروں میں وفا ہے
ہاں حالیِ گستاخ! نہ بڑھ حدِ ادب سے
باتوں سے ٹپکتا تری، اب صاف گلا ہے
ہے یہ بھی خبر تجھ کو، کہ ہے کون مخاطب
یاں جنبشِ لب، خارج از آہنگِ خطا ہے

ان کے علاوہ اسی مقصد کو اکبر الہ آبادی نے بھی شاعری کے ذریعہ اپنے خاص طرز سے اس طرح کا کارنامہ انجام دیا۔ اسی طرح ان کے دیگر معاصرین نے بھی اپنی اپنی لائن میں مسلمانوں کے احساس کمتری کو دور کرنے کی کوشش کی اور انہیں اپنی ثقافت اپنے مقام و عظمت کو سمجھنے اور اپنے رتبہ بلند کو حاصل کرنے کی آواز پیدا کی۔

اکبر الہ آبادی نے غیر ملکی اثرات پر تنقید اپنی مزاحیہ شاعری کے ذریعے کیا۔ اور مغربی تہذیب کے جو منفی اثرات تھے، ان کو اپنے کلام شعری کا موضوع بنایا۔ شاعری کا لب ولہجہ نثر کے لب ولہجے سے زیادہ دلپسند اور اثر انداز ہوتا ہے، شاعری میں مختصر اور لطیف اشاروں سے بات کہی جاتی ہے، اور وہ دل میں اثر کرتی ہے، اکبر الہ آبادی مرحوم نے مغربی تہذیب کی جو نقصان دہ باتیں اور خرابیاں تھیں، ان پر تنقید کبھی طنزیہ لہجے میں، کبھی مزاحیہ انداز میں کی، اور مسلمانوں کا جو شاندار ماضی رہا ہے، اس کی طرف اور ان کی ثقافت اور ان کے انداز فکر کی طرف اشارہ کیا۔ ملاحظہ ہو مسلم معاشرے میں پھیلی ہوئی بے پردگی اور عریانیت پر کس لطیف انداز میں طنز کرتے ہیں:

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں وہ عقل پہ، مردوں کی پڑ گیا

اور اقدار حیات میں تبدیلی کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا:

بٹھائی جائیں گی پردے میں، بیبیاں کب تک
بنے رہو گے تم اس ملک میں میاں کب تک
حرم سرا کی حفاظت کو جو تیغ ہی نہ رہی
تو کام دیں گی یہ چلمن کی تیلیاں کب تک
جو منہ دکھائی کی ہے رسم پر مصر ابلیس
تو منہ چھپائیں گی حوا کی بیٹیاں کب تک
سنا ہے حضرت اکبر ہیں حامیِ پردہ
مگر وہ کب تک، اور ان کی رباعیاں کب تک

اسی طرح ایک جگہ فرماتے ہیں:

یہ موجودہ طریقے راہیِ ملکِ عدم ہوں گے
نئی تہذیب ہوگی، اور نئے ساماں بہم ہوں گے
نہ خاتونوں میں رہ جائے گی، یہ پردے کی پابندی
نہ گھونگھٹ اس طرح حاجب روئے صنم ہوں گے
بدل جائے گا معیار شرافت، چشمِ دنیا سے
زیادہ ہیں جو اپنے زعم میں، وہ سب سے کم ہوں گے
عقائد پر قیامت آئے گی، ترمیمِ ملت سے
نیا کعبہ بنے گا، مغربی پتلے صنم ہوں گے
کسی کو اس تغیر کا نہ حس ہوگا، نہ غم ہوگا
ہوئے جس ساز سے پیدا، اسی کے زیر بم ہوں گے

انگریزوں نے اسلام دشمن پالیسی کا نفاذ کرنا شروع کیا، اور مسلمانوں کے علوم و ثقافت کو بدلنے

کے لیے ذریعہ تعلیم کو اختیار کیا، تاکہ ان کے دینی اور ملی ذہن کے سوتے خشک ہو جائیں، اور یہ لوگ اپنی اصل کو بھول جائیں اور اس طرح ان کو اپنے تابع بنا کر رکھا جا سکے۔ اکبر الہ آبادی کہتے ہیں:

یوں قتل سے بچوں کے، وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو، کالج کی نہ سوجھی

اور

بنگلوں سے نماز اور وظیفہ رخصت
کالج سے امام ابو حنیفہ رخصت
صاحب سے سنی ہے اب قیامت کی خبر
قسطنطنیہ سے ہوئے خلیفہ رخصت

اسی سلسلہ میں اسی عہد کے فلسفی شاعر علامہ اقبال نے بھی موثر کلام پیش کیا، ان کا کلام بڑا فکر انگیز تھا، انہوں نے اپنی شاعری میں ظرافت کے انداز کو بھی اختیار کیا، لیکن زیادہ تر فکر انگیز کلام اختیار کیا، جو بڑا اثر رکھتا ہے، مسلمانوں کے افسوسناک حالات کے ساتھ ساتھ سامراج کی طرف سے جو ظالمانہ پالیسیاں تھیں، ان کی بناء پر بڑے خطرات بھی سامنے آرہے تھے۔

اس سلسلے میں علامہ اقبال کے اشعار بہت ہی اثر انگیز، ہنگامہ خیز اور اسلامی غیرت و حمیت کو جوش دلانے والے تھے۔ انگریزوں نے ہندوستانیوں کو غلام بنا رکھا تھا اور انھیں آزادی سے محروم کر رکھا تھا، لیکن کچھ لوگ فرنگی تہذیب اپنا کر اور فرنگیوں کے رنگ میں رنگ کر خود کو آزاد محسوس کر رہے تھے۔ خاص طور پر انھیں مذہب کے بارے میں اپنی بیباکانہ رائے ظاہر کرنے کی مکمل آزادی حاصل تھی کہ مذہب کا جس قدر چاہیں، مذاق اڑائیں، اور یہ بات ان کے مثقف اور تہذیب یافتہ ہونے کی علامت تھی۔ علامہ اقبال ان پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسی آزادی خطرناک ہے اور آزادی افکار ابلیس کی ایجاد ہے ؂

مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے، باطن میں گرفتاری
اس قوم میں ہے شوخیِ اندیشہ خطرناک
جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد
گو فکرِ خدا داد سے، روشن ہے زمانہ
آزادیِ افکار ہے، ابلیس کی ایجاد

اقبال کے نزدیک مذہب کے معاملے میں جن کی فکر خام ہے، ان کے لیے آزادی افکار بجائے رحمت کے زحمت ہے اور انسان اس سے فائدے کے بجائے نقصان اٹھاتا ہے، کہتے ہیں ؂

آزادیِ افکار سے ہے، ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو، فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام، تو آزادیِ افکار
انسان کو حیوان، بنانے کا طریقہ
اس بحث کا کچھ فیصلہ، میں کر نہیں سکتا
گو خوب سمجھتا ہوں، یہ زہر ہے، وہ قند

ہندوستانیوں اور خصوصا مسلمانوں کے خلاف مغرب کی ریشہ دوانیوں کا اظہار ابلیس کی زبان سے کس بہترین انداز میں کرتے ہیں، سننے کے لائق ہے، ملاحظہ ہوں اقبال کے اشعار ؂

لاکر برہمنوں کو سیاست کے پیچ میں
زناریوں کو دیرِ کہن سے نکال دو
وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو
اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو
آہو کو مرغ زار ختن سے نکال دو
اقبال کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز
ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو

مسلمانوں کو ان کا مقام و مرتبہ یاد دلاتے ہوئے کہتے ہیں:

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل! کہ مغلوب گماں تو ہے
پرے ہے چرخ نیلی فام سے، منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی، مکیں فانی، ازل تیرا، ابد تیرا
تری نسبت براہیمی ہے، معمار جہاں تو ہے
تری فطرت امیں ہے، ممکنات زندگانی کی
جہاں کے جوہرِ مضمر کا گویا، امتحاں تو ہے
جہانِ آب و گل سے، عالمِ جاوید کی خاطر
نبوت ساتھ جس کو لے گئی، وہ ارمغاں تو ہے
یہ نکتہ سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوام زمینِ ایشیا کا پاسباں تو ہے

مسلمانوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتے ہیں، دنیا کی امامت کے لیے تیار رہنے کی تلقین کرتے ہیں اور اتحاد کا درس دیتے ہوئے کہتے ہیں:

سبق پڑھ پھر صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام، دنیا کی امامت کا
بتانِ رنگ و بو کر توڑ کر، ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق و ربط رکھنے والے اہل فکر حضرات میں مولانا ابوالکلام آزاد کا بھی نمایاں نام ہے، ان کی کوشش اگرچہ زیادہ تر سیاسی میدان میں رہی، لیکن صحافتی میدان میں بھی انہوں نے موثر اور قیمتی کام انجام دیا۔ "الہلال" و "البلاغ" کے ذریعے انہوں نے ذہنوں کو متاثر کیا۔ انگریزوں کا جاری کردہ نصاب تعلیم اور مستشرقین کے لٹریچر نے بہت سے مسلم نوجوانوں

کو ایسا متاثر کیا تھا کہ ان میں مسلمان ہوتے ہوئے الحادی فکر کا غلبہ ہوتا جا رہا تھا، ان خطرات کو محسوس کرنے والوں میں ایک نمایاں نام مولانا عبدالماجد دریابادی کا بھی آتا ہے، ان کو علامہ شبلی اور اکبرالہ آبادی اور ان کی سطح کے ان ہی جیسے افراد سے ربط کا موقع ملا، اور اس کے اثر سے یہ بتدریج ان کے ہمنوا بن گئے، اور پھر اس لائن میں وہ بڑھتے چلے گئے، پھر انہوں نے علم و ادب کے دائرے ہی میں محدود رہتے ہوئے اس سلسلے میں بڑا کام انجام دیا، اور علامہ شبلی نعمانی، اکبرالہ آبادی اور ان کے ہم عمر رفقاء کے انتقال کر جانے کے بعد بھی وہ اس میدان میں کام کرتے رہے۔ اس میں ان کو علامہ شبلی کے شاگردوں اور ندوۃ العلماء سے تعلق رکھنے والی شخصیتوں کی رفاقت حاصل رہی۔ مولانا دریابادی نے اس لائن پر فکرمندی اور علمی خصوصیت کا ایسا ثبوت دیا کہ علمی و ادبی حلقے میں اپنا امتیاز ثابت کر دیا، اس کام کے لیے انہوں نے اپنے کو وقف کر دیا۔

عصری علوم میں ان کو مہارت شروع ہی میں حاصل ہو گئی تھی، اس کے لیے وہ نصرت حق اور دینی اہمیت کے کام میں اپنی صلاحیت کو اختیار کرتے تھے، جس سے جدید تعلیم یافتہ طبقے کے ذہنوں پر اچھا اثر پڑتا تھا۔ مولانا دریابادی نے ادب کی لائن میں اچھی صلاحیت حاصل کر لی تھی، اس لیے ادب کے میدان میں الحاد زدہ لوگوں کے غلبے کو وہ بخوبی چیلنج کرتے تھے اور ان کے اثر کو کم کرنے میں ان کو کامیابی حاصل ہوتی تھی۔ انہوں نے ہفتہ وار اخبار بھی نکالا تھا، شروع میں اس کا نام "سچ" تھا، پھر وہ "صدق" کے نام سے برابر نکلتا رہا، اس میں مولانا نے الحاد زدہ شخصیتوں کی غلط کاریوں کو موضوع بنایا اور اس کے ذریعے سے وہ ان کو بے اثر بنانے کا کام کرتے تھے۔ کہیں کہیں خوبصورت انداز کا طنز اختیار کرتے اور کہیں کہیں اپنے فقروں سے ان کی اہمیت کو گراتے تھے۔

مولانا دریابادی" کو مولانا شبلی اور ان کے شاگردوں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالباری ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی اور ان لوگوں کے رفقاء میں مولانا مناظر احسن گیلانی وغیرہ سے خاص تعلق تھا۔ ندوہ اور وہاں کے فضلاء سے تعلق کی بناء پر وہ اپنے کو ایک طرح سے ندوی ہی سمجھتے تھے، اور ان کو ندوہ کی طرف سے اعزازی سند بھی دی گئی تھی، اور وہ اپنی فکر کو ندوی فکر کے مطابق سمجھتے تھے، جس کے مطابق انہوں نے صدق کے ذریعے اور دوسرے لٹریچر کے ذریعے بڑی دینی و ملی خدمت انجام دی۔

حضرات! علامہ شبلی اور ان کے ہم خیال رفقاء نے علمی، ادبی اور شعری لائن سے مسلمانوں کے ذہنوں کو جس طرح جھنجھوڑا، وہ محض معمولی کارنامہ نہ تھا، وہ ذہنی و فکری اور ملت اسلامیہ کے مقام بلند کی بحالی کی لائن ہے۔ انھوں نے اپنی ادبی صلاحیت کو دین و ملت کو پیش آنے والے سخت خطرات کے مقابلے کے لیے استعمال کیا، اور امت کی طرف سے دفاع کا زبردست کام انجام دیا، جو حساس طبیعتوں کے لیے مرہم کی حیثیت رکھتا تھا، اس پر نظر ڈالنے سے اس عہد کے حالات کی مفید عکاسی ہوتی ہے، اسی کو اس سیمینار کے ذریعے ادبی پہلو سے سامنے لایا جا رہا ہے۔

حضرات! اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ، تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا، وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ، وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ، يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ، وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ، وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ﴾ [سورہ ابراہیم: ۲۴-۲۷]

قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ اس صالح اور تعمیری ادب پر روشنی ڈالتی ہے جس کی خدمات اور افادیت کے سلسلے میں ہمارے یہ سیمینار منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو فطرت عطا فرمائی ہے، اس میں اس کی فطری ضروریات و زندگی کے فطری تقاضوں کا پورا لحاظ رکھا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسروں پر جو امتیاز عطا فرمایا ہے، اس کا انحصار انہیں چیزوں پر نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ذوق و جذبات اور زندگی میں پیش آنے والے حالات و واقعات کے اثر سے جو کیفیات پیدا ہوتی

ہمارا رابطہ ادب اسلامی ادبی مجالس اور سیمینار منعقد کرتا ہے اور مختلف اصحاب ذوق و ارباب صلاحیت حضرات کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنا مطالعہ اور تجربات پیش کریں۔ اور اس بات کو نمایاں کریں کہ وہ ادب جو انسان کی فطری اور حقیقی ضرورت کو پورا کرتا ہے اس کو سامنے لایا جائے۔ اس سے ہم خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ اور وہ ادب اس ادب کے زیر اثر اپنی تاثیر کھوچکا ہے جو نفسانیت کا ادب ہے۔ ہم نفسانیت کے ادب کو مضر سمجھتے ہیں۔ اور جو ادب انسان کی اصل کیفیت اور اس کی حقیقی انسانی خصوصیت کو نمایاں کرے، ہم اس کی خدمت کرتے ہیں۔

ہیں، ان کی متنوع اور رنگا رنگ خصوصیات سے بھی انسانوں کو سابقہ پڑتا ہے، جو اپنی اپنی جگہ خود افادیت و اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کے اظہار کے لیے ادب کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے ذریعے انسان اپنی اسی قسم کی کیفیات، ان کے اتار چڑھاؤ اور زیر و بم کا عکس پیش کرتا ہے۔ انسان آپس میں ایک دوسرے کی نفسیاتی حالت کو محسوس کرتا ہے اور ادب کے ذریعے اس کی ترجمانی کرتا ہے، اس عمل میں نظم و نثر دونوں یکساں طور پر شامل ہیں۔

لیکن واضح رہے کہ انسان کی کیفیات دو طرح کی ہوتی ہیں، نفسانی اور صالح انسانی، ان میں انسانی قدروں کی رعایت بھی ہے اور نفسانیت بھی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ادب کے ذمہ داروں نے نفسانیت والا حصہ اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ اس طریقہ سے ادب کو انہوں نے بگاڑ کے لیے بلکہ مضرت کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ قرآن مجید کی یہ آیت صاف اور واضح طور پر اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے یہ مثال رکھتا ہے کہ اچھی بات، اچھا کلمہ اچھے درخت کی طرح ہے، ایسے درخت کی طرح جس کی بنیاد بھی بہت مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان تک چلی جاتی ہیں، اور وہ ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے، اور وہ محض اللہ کے حکم اور اس کی اجازت سے پھل دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جو مثالیں پیش کرتا ہے وہ صرف اس لیے کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں اور غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، وہ ان کا صحیح استعمال کرتے ہیں یا نہیں؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان باتوں پر جو مضبوطی رکھتی ہیں، اور جمی ہوئی ہیں اور مفید ہیں، دنیا اور آخرت کی زندگی میں اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو جماتا ہے اور مضبوط کرتا ہے۔ اور جو لوگ راہ راست سے ہٹ جاتے ہیں اور غلط راستہ اختیار کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

کلمۂ طیبہ ہر وہ کلمہ اور بات ہے جس سے انسانوں کو فائدہ پہنچتا ہو، اس سے انسان کی زندگی کا مسئلہ حل ہوتا ہو، اس کی پریشانی دور ہوتی ہو اور اس کو ایسی غذا ملتی ہو جس سے اس کے ذوق کو بھی تسکین ملتی ہو اور انسانی جذبہ کو بھی مدد ملتی ہو، یہ ادب ہمیں قرآن مجید میں ملتا ہے بلکہ قرآن مجید اس کی اعلیٰ مثال ہے، اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی اس کا بہترین نمونہ ہے۔ اگر ہم قرآن کریم کی ان آیات اور اس کے کلام پر غور کریں تو ہم اس حقیقت سے واقف ہو سکتے ہیں کہ کلمہ طیبہ کیا ہے؟ اور کلمہ طیبہ کے ذریعہ اللہ نے ہمیں کیا چیز اور کیا نعمت عطا فرمائی ہے؟۔

اس بات کی ضرورت ہمیشہ رہی ہے اور اس وقت بھی ہے کہ ہم ادب کو اس مقصد کے لیے استعمال کریں جس سے انسان کو فائدہ حاصل ہوتا ہو۔ انسان کے نفسیاتی تقاضے اور اس کے صحیح ذوق کو تسکین ملتی ہو، اور وہ تسکین تعمیری اور پاکیزہ ہو، وہ تسکین نہیں جو نجس ہو اور نقصان پہنچانے والی ہو اور جو انسان کی زندگی کو بگاڑنے والی ہو۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ وہ ادب جس میں نفسانیت کو بنیاد بنایا گیا ہو اور اسی کو پیش نظر رکھا گیا ہو، وہ بگاڑ کا ذریعہ ہے، اس سے انسانوں میں خرابی اور بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اور اس کے ذریعے انسان خرابی کی طرف جا رہا ہے۔ اس کے برعکس وہ کلام جو انسان کی واقعی ضرورت ہے، اور اس کا ذوق اور اس کے جذبات جس کلام کے متقاضی ہیں، وہ کلام انسان کی تسکین کا باعث ہے، جو دل کو قوت عطا کرتا ہے اور اس کے کام کو آسان بناتا ہے، خواہ وہ کلام نثر میں ہو یا نظم میں۔

ہمارا رابطہ ادب اسلامی اسی سلسلے میں ادبی مجالس اور سیمینار منعقد کرتا ہے اور مختلف اصحاب ذوق و ارباب صلاحیت حضرات کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنا مطالعہ اور تجربات پیش کریں، اور اس بات کو نمایاں کریں کہ وہ ادب جو انسان کی فطری اور حقیقی ضرورت کو پورا کرتا ہے اس کو سامنے لایا جائے، اس سے ہم خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ اور وہ ادب اس ادب کے زیر اثر اپنی تاثیر کھوچکا ہے جو نفسانیت کا ادب ہے۔ ہم نفسانیت کے ادب کو مضر سمجھتے ہیں، اور جو ادب انسان کی اصل کیفیت اور اس کی حقیقی انسانی خصوصیت کو نمایاں کرے، ہم اس کی خدمت کرتے ہیں۔

ہمارا یہ سیمینار مستقل ایک موضوع پر ہو رہا ہے، وہ یہ کہ گزشتہ صدی میں جب انگریزوں کا تسلط تھا، انگریزوں نے جو نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ کا طریقہ اختیار کیا تھا، وہ ہندوستانیوں کے لیے بہت مضر ثابت ہو رہا تھا اور ان کو ان کی قدروں سے بیگانہ کر رہا تھا، قدروں کو بدل رہا تھا، اور یہاں جو انسانی قدریں تھیں، ادب اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ان کو ہٹا کر ایسی قدریں لانے کی کوشش کر رہا تھا جو ہندوستان کے لوگوں کی انسانی ضروریات اور انسانی ذوق کے خلاف تھیں۔ اس وقت بھی لوگوں نے اچھے اور پاکیزہ ادب کو، انسانی ضرورت کو پورا کرنے والے اور قدروں پر قائم رکھنے والے ادب کو نمایاں کیا، ان کو ہم نے اس سیمینار میں موضوع بحث قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں مقالات بھی مختلف نشستوں میں پیش کیے جائیں گے۔

☆☆☆☆☆

روح پرور

تائید ونصرت الٰہی کا معیار

تحریر: ڈاکٹر یوسف القرضاوی

سوال: ہم قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھتے ہیں: "وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ". [الروم: ۳۰/۴۷] (اور ہم پر یہ حق تھا کہ ہم مومنوں کی مدد کریں)، جب کہ زمینی صورت حال میں مومنوں کی خواری اور زبوں حالی سے دو چار پاتے ہیں، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی پڑھتے ہیں: "وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ". [المنافقون: ۶۳/۸] (عزت تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے)، لیکن مومن رسوائی اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، قرآن مجید کہتا ہے: "وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا". [النساء: ۴/۱۴۱] (اور اللہ نے کافروں کے لیے مسلمانوں پر غالب آنے کی ہرگز کوئی سبیل نہیں رکھی ہے)، مگر ہم اپنے ارد گرد دیکھتے ہیں تو کافروں کو مومنوں پر ہزار حوالوں سے حاوی پاتے ہیں، اسی طرح اور آیات بھی ہیں، مثلاً: "إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا". [الحج: ۲۲/۳۸] (یقیناً اللہ مدافعت کرتا ہے ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے ہیں)، "ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا". [محمد: ۴۷/۱۱] (یہ اس لیے کہ ایمان لانے والوں کا حامی و ناصر اللہ ہے)، "وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ". [الانفال: ۸/۱۹] (اللہ مومنوں کے ساتھ ہے)، اس کے باوجود صورت حال یہ ہے کہ قوت وسیادت اور سربلندی کافروں اور ملحدوں کو حاصل ہے، جب کہ کمزوری و پس ماندگی اور ذلت و رسوائی مومنوں کے حصے میں آئی ہے، اس کی کیا توضیح ہوسکتی ہے اور کیا سبب بیان کیا جاسکتا ہے؟

جواب: آیات تو بہت ہی صاف ہیں، آپ عزت ونصرت اور قوت وسیادت اور تائید الٰہی کی تمام آیات کو مومنوں سے تو جوڑ سکتے ہیں، لیکن ایمان کے ہر دعویدار اور اہل اسلام جیسے نام رکھ لینے والوں سے متعلق قرار نہیں دے سکتے، کیونکہ اعتبار اور اہمیت ناموں کی نہیں ہوتی بلکہ ان چیزوں کی ہوتی ہے جن کے یہ نام ہوتے ہیں۔

اگر ایمان سے مراد اللہ و رسول کو ماننے کا زبانی اقرار لیا جائے اور اسلام کے بعض شعائر کو قائم رکھنے کی حد تک سمجھا جائے تو ہم مومن ہیں، اور اگر ایمان ان اوصاف کے حصول کا نام ہے جن کو قرآن مجید نے مومنین کے لیے بیان کیا ہے تو ہمارے اور قرآن کے بیان کردہ ایمان کے درمیان کئی اور مراحل بھی آتے ہیں، وہ مومن جن کی نصرت و تائید کا ذمہ قرآن مجید کی آیات کے مطابق اللہ تعالیٰ لیتا ہے، ان مومنوں کی کچھ صفات ہیں جنھیں خود قرآن مجید نے ہی بیان کر دیا ہے، ان صفات کے ذریعے ان مومنوں کے ایسے عقائد، اعمال اور اخلاق کو واضح کر دیا گیا ہے جن کی بنا پر مومن اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکریم و توقیر کے مستحق قرار پاتے ہیں، یہ انصاف نہیں کہ ہم مومنوں کے لیے قرآن مجید میں بیان کیے گئے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا تو ذکر کریں مگر مومنوں کی تعریف اور وضاحت کے لیے قرآن کے بجائے کہیں اور رجوع کریں۔

ہمیں قرآن مجید کی یہ روشن آیات بھی پڑھنی چاہیے:

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ، الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ، أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا". [الانفال: ۸/۲، ۳، ۴] (سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں، ایسے ہی لوگ حقیقی مومن ہیں)۔

"قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ، الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ". [المومنون: ۲۳/۱، ۲] (یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں)، "وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ". [التوبۃ: ۹/۷۱] (مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں)، "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ". [الحجرات: ۴۹/۱۰] (مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو)، "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ". [الحجرات: ۴۹/۱۵] (حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے پھر انھوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے لوگ ہیں)، "إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ". [النور: ۲۴/۵۱] (ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسولؐ کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسولؐ ان کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)۔

یہ آیات اور ایسی دیگر بہت سی آیات بھی پڑھنی چاہئیں جو قرآن مجید میں ہی ہیں، پھر ہمیں اربوں مسلمانوں کو دیکھنا چاہیے جو خود کو اسلام کے ساتھ منسوب کرتے ہیں، ایسی صورت حال میں اپنے رب کی قسم کھا کر کہیے کہ کیا مسلمان ایسی قوم نہیں بن گئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا ہے، خواہشات کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہیں، اللہ سے ان کا تعلق کٹ چکا ہے، گویا قرآن ہی کی زبان میں: "بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى". [الحشر: ۵۹/۱۴] (یہ آپس کی مخالفت میں بڑے سخت ہیں، تم انھیں اکٹھا سمجھتے ہو مگر ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں)، برائی ان میں عام اور علانیہ ہوگئی ہے، جب کہ نیکی دب کر رہ گئی ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ نیکی برائی بن گئی ہے اور برائی نے نیکی کی جگہ لے لی ہے، یہاں اب نیکی کا پرچار کرنے والوں کی جگہ برائی کا پرچار کرنے والے آگئے ہیں بلکہ نیکی کو روکنے والے موجود ہیں۔

آپ ان اربوں اہل ایمان کو دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میں سے لاکھوں کو گروہی تعصب اور فرقہ وارانہ گم راہیوں نے تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور لاکھوں کو سیاسی استبداد نے بے کار بنا دیا ہے، لاکھوں کو اجنبی فکری یلغار نے اعتقادی طور پر کمزور کر دیا ہے، لاکھوں کو سیکولر استعمار نے علیحدگی پسند بنا دیا ہے، اسی طرح لاکھوں کو صلیبی استعمار نے جہالت میں دھکیل دیا ہے اور لاکھوں ایسے ہیں جو کسی شمار قطار میں ہی نہیں، وہ غفلت میں بے سدھ اور مدہوشی میں بے حس پڑے ہیں: "أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ". [النحل: ۱۶/۲۱] (مردہ ہیں نہ کہ زندہ، اور ان کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ انھیں کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھایا جائے گا)۔

سوال ہے کہ کیا ہم یہودیوں کے مقابلے میں بھی مخلص مومن نہیں؟ یہودی کیوں غالب ہیں، اور غالب بھی ہمارے اوپر ہیں؟

عرض ہے کہ یہودی کائنات میں اللہ تعالیٰ کے قوانین قدرت کو اہمیت دینے کی بنا پر غالب آئے ہیں، قوانین قدرت کو اہمیت دینا ایمان کا ایک اہم جز ہے، ہم نے اس جز کو ضائع کر دیا، لیکن انھوں نے اس کی حفاظت کی ہے، در اصل وہ بیدار رہے، جب کہ ہم خواب کے مزے لیتے رہے، انھوں نے علم حاصل کیا، جب کہ ہم جہالت میں پڑے رہے، انھوں نے محنت و کوشش کو شعار بنایا، جب کہ ہم نے سستی و پس ماندگی کو گلے لگایا، انھوں نے اپنی باہمی قوت کو معاونت کے ذریعے بڑھایا، جب کہ ہم باہمی چپقلشوں میں کمزور ہوتے رہے، انھوں نے کل کے لیے تیاری کی، جب کہ ہم تو اپنا آج کا کام بھی فراموش کیے رہے، اس قوم نے اپنا خون پسینہ بہا ڈالا جب کہ ہم نے آنسو بہانے کے علاوہ کچھ نہ کیا۔

ترقی و زوال اور نصرت و ہزیمت کے الٰہی قوانین کسی پر ظلم نہیں کرتے اور نہ بے جا کسی کی حمایت میں آتے ہیں، جو بھی نصرت کے اسباب و وجوہ کو اختیار اور استعمال کرے گا وہ کامیابی سے ہمکنار ہوگا خواہ وہ یہودی ہی ہو، اور جو ہزیمت و شکست کی طرف چل پڑے گا وہ اس سے دو چار ہو کر رہے گا خواہ وہ اسلام ہی کے ساتھ منسوب ہو، معرکہ احد میں مسلمانوں کے ساتھ پیش آنے والے حادثے پر نظر ڈالیے! اس معرکے میں مسلمانوں نے ایک غلطی کی تو ۷۰ شہداء کی صورت میں اس کی قیمت ادا کی، جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، سعد بن ربیعؓ اور انس بن نضرؓ جیسے جواں مرد مومن شامل تھے، اس موقع پر یہ بات بھی مسلمانوں کے کام نہ آئی کہ ان کے قائد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دشمنوں کی صف میں بتوں کے پجاری ہیں، قرآن مجید نے اس صورت حال کو یوں محفوظ کیا ہے اور قرآن سے بڑھ کر مبنی بر عدل فیصلہ اور بیان کس کا ہوسکتا ہے، فرمایا: "أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ". [آل عمران: ۳/۱۶۵] (اور یہ تمہارا کیا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آ پڑی تو تم کہنے لگے یہ کہاں سے آئی؟ حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں (فریق مخالف پر) پڑ چکی ہے، اے نبیؐ! ان سے کہو، یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

اس مسئلہ کو مزید سمجھنے کے لیے قرآن مجید کی درج ذیل آیات بھی پڑھ لیجیے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انْفِرُوا جَمِيعًا". [النساء: ۴/۷۱] (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ، پھر جیسا موقع ہو الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلو یا اکٹھے ہو کر)، "وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ". [الانفال: ۸/۶۰] (اور تم لوگ، جہاں تمہارا بس

چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے تیار رکھو تاکہ اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کردو جنھیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے)، "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ، وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ". [الانفال: ۸/ ۴۵، ۴۶] (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، توقع ہے کہ تمھیں کامیابی نصیب ہوگی، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں، ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)۔

کیا ہم نے ان آیات پر عمل کیا؟ ہم نے تو اپنا دفاع بھی نہ کیا بلکہ فریب میں ہی مبتلا تھے کہ اچانک صہیونی چالوں کا شکار ہو گئے اور آج بھی ان کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں، ہم ہمیشہ غفلت میں پڑے رہے اور اپنی بساط بھر تیاری نہ کی، نہ قوت حاصل کی، ہاں! بے کار اسلحہ خرید لیا جو نشانے پر لگنے کے بجائے نشانہ لینے والے ہی پر واپس آ لگتا ہے، اسلحہ اور ساز و سامان سے یہی غفلت بھری صورت حال تھی جس کی بنیاد پر دشمن نے یک بارگی ہمارے اوپر حملہ کر دیا، قرآن مجید نے اس حقیقت کو بھی بیان کیا ہے: "وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً". [سورہ النساء: ۴/ ۱۰۲] (کفار اس تاک میں ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور سامان کی طرف سے ذرا غافل ہو تو وہ تم پر یک بارگی ٹوٹ پڑیں)۔

یہی وجہ ہے کہ جب ہم دشمن کے سامنے آئے تو اس طرح نہ ٹھہر سکے جس طرح ٹھہرنے کا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا تھا، نہ بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کو یاد ہی کیا، بلکہ تھوڑا بھی نہ کیا، اور نہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، ہم نے تو لشکر سازی اور میدان جنگ سے منہ موڑ کر رقص و سرور کی طرف رخ کر لیا، ہم اس باہمی آویزش اور چپقلش سے باز نہ آئے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا تھا، نتیجہ یہ نکلا کہ ہم ناکام ہوئے اور ہمارے غبارے سے ہوا نکل گئی۔

اس صورت حال کے بعد کیسے ہم اپنے آپ کو مومنوں کے اس گروہ میں شمار کر سکتے ہیں جس کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے، اسی طرح ہم ان وعدوں کے منتظر بھی کیسے ہو سکتے ہیں جو اللہ نے کیے ہیں؟ جب کہ ہم ان شرائط کو پورا نہیں کر رہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں، یہ تو بڑی بے شرمی کی بات ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نصرت کے تو طلبگار رہوں مگر خود اللہ تعالیٰ کی مدد کے لیے کچھ نہ کریں، اللہ سے ہم مومنوں جیسا بدلہ چاہیں مگر اپنے اندر مومنوں جیسے اوصاف پیدا نہ کریں، ہمارے اوپر فرض ہے کہ ہم اللہ کے لیے مخلص ہو جائیں، پھر اللہ بھی ہمارے ساتھ مخلصوں جیسا سلوک کرے گا، میرا مقصد یہ ہے کہ ہم حقیقی مومن بن جائیں، اللہ وحدہ کے رب ہونے پر، اسلام کے طریق زندگی ہونے پر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدا و پیشوا ہونے پر، اور قرآن مجید کے رہنما ہونے پر تہ دل سے راضی ہو جائیں، اس کے ساتھ یہ بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے عقائد و افکار، اخلاق و کردار اور قانون و نظام زندگی، غرض ہر چیز میں غیر اللہ کی بندگی سے بے زاری کا اظہار کریں۔

صرف اور صرف اسی ایمان کی بنیاد پر ہم اس خوشی و راحت اور عزت و نصرت کو حاصل کر سکتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مومنوں کے لیے مقدر فرما دیا ہے، جب کہ آخرت کی رضا و خوشی اور ثواب و اجر اس کے علاوہ ہے۔

یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا صالح مومن بھی کہیں موجود نہیں ہے؟ گذارش یہ ہے کہ یہ امت تو گمراہی پر یکجا نہیں ہو سکتی، مگر ایسے صالح مومن بہت تھوڑے ہیں اور وہ تھوڑے ہونے کے ساتھ ان بکھرے ہوئے دانوں کی طرح منتشر بھی ہیں جو کسی دھاگے میں منسلک نہ ہوں اور ان میں سے کثیر تعداد کو تو اس مایوسی نے گھیر رکھا ہے کہ اصلاح اور تبدیلی ممکن نہیں، لہٰذا انھوں نے ہتھیار ڈال دیے ہیں اور میدان منکر خدا، فاجر اور چالباز فکری یلغار کے لیے کھلا چھوڑ دیا ہے، ان صالح مومنوں میں سے کچھ تو آہ و زاری اور ماضی کی طرف پلٹنے کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں اور کوئی سنجیدہ و مثبت لائحہ عمل پیش نہیں کرتے اور کچھ اللہ کی راہ میں پہنچنے والی تکلیف سے ہی خوف زدہ ہو کر کمزور و بے کار ہو گئے ہیں، اسی طرح کہ درجنوں اور اسباب بھی ہیں جو ایسے مومنوں کی موجودہ صورت حال کو واضح کرتے ہیں۔

ان تمام تر صورت حال میں مسائل کا حل کیا ہو سکتا ہے؟ حل یہ ہے کہ اہل ایمان ایک دوسرے کو صحیح اسلام کی طرف رجوع کی دعوت دے کہ عقیدہ و شریعت اور اخلاق و کردار میں وہ صحیح اسلام کو اختیار کریں، وہ قوم کو بھی اسی یاددہانی کے ذریعے امیدیں، وعیدیں سنائے، وہ صرف اسلام ہی کے ذریعہ غالب آ سکتے اور قیادت کر سکتے ہیں، ان کی وحدت و قوت اسی اسلام میں پوشیدہ ہے اور دنیا کی عزت اور آخرت کی سعادت اسی اسلام میں ہے، کہیں اور نہیں۔

یہ صالح مومن امت کو قدیم جمود، جدید انتشار

اور کبھی کھل کر اور کبھی چھپ کر حملہ کرنے والے کفر سے بچانے کے لیے اپنی کوششوں کو متحد کریں، ان غیرت مند مومنوں کو اپنے عہد کے حالات کا بخوبی علم ہونا چاہیے، زمانہ کے تقاضوں سے آگاہ ہونا چاہیے، اپنے اپنے معاشروں اور ممالک کے احوال سے باخبر ہونا چاہیے، اجنبی یلغاروں اور مشکلات سے بھی چوکنا ہونا چاہیے اور ان سے نمٹنے کا سامان بھی کرنا چاہیے، انھیں یہ کام ماہروں و متخصص علماء کے طرز پر کرنا چاہیے، مقلدوں اور نقالوں کی طرح نہیں، اس کے ساتھ وہ اس سرکش مادی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لیے صبر و یقین کے ہتھیار سے لیس ہوں جس یلغار نے ان کے گھروں کو تباہ کر ڈالا ہے اور ان کے دل و دماغ کو بھی ماؤف کر کے رکھ دیا ہے، اس صورت حال کو ایک بڑے اسلامی مفکر نے ایک جملہ میں بیان کیا ہے: "ارتداد بڑھ رہا ہے مگر اس کے خاتمہ کے لیے ابوبکر نہیں ہے"۔

جب مومن حق و باطل کے درمیان گرم ہو چکے، معرکے میں صبر کا مظاہرہ کر لیں گے، اور انھیں اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی آیات کی صداقت کا یقین ہو چکے گا اور وہ اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جہاد کو ہر اس چیز پر ترجیح دے چکے ہوں گے جس کی خواہش اور تمنا انسانوں کو ہر دور میں رہی ہے، جب وہ ایسی پامردی اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کر لیں گے تو وہ خود کو اس کا حقدار بنا لیں گے کہ اللہ ان کو دنیا کی امامت و قیادت عطا فرما دے، زمین کا وارث بنا دے، اور زمین کی حکمرانی و سلطنت ان کے پاس آ جائے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ". [السجدہ: ۳۲/ ۲۴] (اور جب انھوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین لاتے رہے تو ان کے اندر ہم نے ایسے پیشوا پیدا کیے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے)۔

لیکن اگر یہ صالح مومن اس فرض کو پورا کرنے سے پہلو بچائیں گے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ یہ انجام تو بڑا خوفناک اور دہلا دینے والا ہے، قرآن مجید کی ایک آیت نے اس کی علامات کو متعین کر کے اور ایک دوسری آیت نے اسے متعین کیے بغیر بیان کیا ہے، پہلی آیت یہ ہے: "اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا، وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ". [التوبہ: ۹/ ۳۹] (تم نہ اٹھو گے تو خدا تمھیں دردناک سزا دے گا، اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا، اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے)،

دوسری آیت یہ ہے: "قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ". [التوبہ: ۹/ ۲۴] (اے نبی کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں، اور تمہارے عزیز و اقارب اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے، اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا ہے)۔

[ترجمہ: ارشاد الرحمٰن]

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید ودیدہ زیب طباعت

☆ مغربی میڈیا اور اس کے اثرات

(پانچواں ایڈیشن، اہم اضافوں کے ساتھ)

از مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری

- وہ کتاب جو اس وقت پانچ زبانوں میں پڑھی جارہی ہے
- اردو میں پانچ قانونی ایڈیشن، ہندوپاک میں سات غیر قانونی ایڈیشن
- عربی، بنگالی، انگلش میں دو دو ایڈیشن، ملیالم، ہندی ترجمے زیر طبع
- وہ کتاب جو ہر حلقہ میں ہاتھوں ہاتھ لی گئی
- وہ کتاب جس نے مغرب کی اسلام دشمنی اور اس کے مکر وفریب کو بے نقاب کردیا
- ایک اہم دستاویز، چونکا دینے والے انکشافات

صفحات: ۳۶۶ قیمت: ۲۵۰

نوٹ: طلباء کے لیے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176

Email.airpnadwa@gmail.com

فکر معاصر

دنیا میں بدامنی کا ذمہ دار کون؟

تحریر: مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
ترجمہ: محمد وثیق ندوی

دوسری جنگ عظیم سے پہلے، یہود دنیا کے مختلف ملکوں میں منتشر تھے، وہ یورپ کے جس ملک میں بھی قیام کرتے فساد، بدامنی، جرائم، تشدد، قتل و غارتگری، دینی، سماجی اور اخلاقی بگاڑ کی جڑ سمجھے جاتے، ان کا کوئی وطن نہیں تھا، یہودیوں کی یہ حالت دیکھ کر کسی کو یہ توقع نہ تھی کہ یہ قوم کسی وقت کم تعداد میں ہونے کے باوجود ساری دنیا پر حکمرانی کرے گی، آج اسی کا دنیا کی سیاست، اقتصادیات اور نظام حکومت پر کنٹرول وغلبہ ہے، عالمی سیاست انہی کے بنائے ہوئے خطوط پر چلتی ہے، سارے عالمی ادارے، تنظیمیں، سوسائٹیاں، فورم اور بین الاقوامی انجمنیں انہی کے اشارے پر کام کرتی ہیں، حتی کہ عالمی طاقتوں کے تعاون سے اقوام متحدہ میں اپنے مفادات کے خلاف قراردادوں کو ویٹو کروادیتے ہیں، بلکہ ساری دنیا صہیونی اصول و نظریات اور یہودی سیاست پر عمل کررہی ہے، اور تمام نظامہائے حکومت صہیونی مفادات کی دانستہ یا غیردانستہ خدمت کررہے ہیں۔

دنیا کی سیاست میں اور خود یہودیوں میں اس تبدیلی اور انقلاب کی اصل بنیاد وہ خطرناک منصوبہ ہے جو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی پچاس یہودی انجمنوں کے تین سو صہیونی دانشوروں، مفکروں اور فلسفیوں نے پوری دنیا پر حکومت کرنے اور بالادستی حاصل کرنے کے لیے انیسویں صدی کے اوائل میں تیار کیا تھا، اور پھر بیسویں صدی میں اس منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لیے ہر طرح کے جائز وناجائز طریقے اور ذرائع اختیار کیے گئے۔

۱۸۹۷ء میں سوئٹزرلینڈ (Switzerland) کے پال (P a u l) شہر میں تھیوڈر ہرزل (Theodor Hetezl) کی قیادت میں ساری دنیا پر حکمرانی کا یہ منصوبہ جس وقت تیار کیا گیا تھا اس وقت یہودیوں کی حالت موجودہ حالت سے مختلف تھی اور ان کا یہ منصوبہ ایک حسین خواب سے زیادہ معلوم نہیں ہورہا تھا، لیکن یہودیوں نے بڑی غیر معمولی ذہانت سے مختلف خانوں میں رنگ بھرنا شروع کردیا، اور مختلف ذرائع (ذرائع ابلاغ اور ارتکاز دولت) سے بڑی حد تک اپنا ہدف حاصل کرلیا، تسخیر عالم کے اس منصوبہ میں جہاں یہ طے کیا گیا تھا کی تمام دنیا پر حکمرانی کے لیے سونے کے ذخائر پر قبضہ کرنا ضروری ہے، وہیں اس منصوبہ میں ذرائع نشرواشاعت کو بھی بنیادی اہمیت دی گئی تھی، صہیونی دانشوروں کی دستاویزات کی بارہویں دستاویز میں صحافت کی غیر معمولی اہمیت، اس کی تاثیروافادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"اگر ہم یہودی پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے سونے کے ذخائر پر قبضہ کو مرکزی اور بنیادی اہمیت دیتے ہیں تو ذرائع ابلاغ بھی ہمارے مقاصد کے حصول کے لیے دوسرا اہم درجہ رکھتے ہیں۔ ہم میڈیا کو اپنے قبضے اور قابو میں رکھیں گے، ہم اپنے دشمنوں کے قبضہ میں کوئی ایسا موثر اور طاقتور اخبار نہیں رہنے دیں گے کہ وہ اپنی رائے کو موثر ڈھنگ سے ظاہر کرسکیں اور نہ ہی ہم ان کو اس قابل رکھیں گے کہ ہماری نگاہوں سے گزرے بغیر کوئی خبر سماج تک پہونچ سکے، ہمارے قبضہ وتصرف میں ایسے اخبارات ورسائل ہوں گے جو مختلف گروہوں اور جماعتوں کی تائید و حمایت کریں گے، خواہ یہ جماعتیں جمہوریت کی داعی ہوں یا بغاوت کی حامی، حتی کہ ہم ایسے اخبارات کی بھی سرپرستی کریں گے جو انتشار و بے راہ روی، جنسی واخلاقی انارکی، استبدادی حکومتوں اور مطلق العنان حکمرانوں کی مدافعت اور حمایت کریں گے، ہم جب اور جہاں چاہیں گے قوموں کے جذبات کو مشتعل کریں گے، اور جب مصلحت دیکھیں گے انہیں پرسکون کردیں گے، اس کے لیے صحیح اور جھوٹی خبروں کا سہارا لیں گے، ہم ایسے اسلوب سے خبروں کو پیش کریں گے کہ قومیں اور حکومتیں ان کو قبول کرنے پر مجبور ہوجائیں، ہم یہودی ایسے مدیروں اور ایڈیٹروں اور نامہ نگاروں کی ہمت افزائی کریں گے جو بدکردار ہوں اور ان کا مجرمانہ ریکارڈ ہو، ہمارا یہی معاملہ بدعنوان سیاستدانوں اور لیڈروں اور مطلق العنان حکمرانوں کیساتھ ہوگا، جن کی ہم خوب تشہیر کریں گے، ان کو دنیا کے سامنے ہیرو بنا کر پیش کریں گے، لیکن ہم جیسے ہی محسوس کریں گے کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکلے جارہے ہیں بس فوراً ہی ان کی ان برائیوں اور اخلاقی بدعنوانیوں کا اعلان کردیں گے جن پر اب تک ہم نے پردہ ڈال رکھا تھا، اسطرح ہم ان کا کام تمام کردیں گے تاکہ دوسروں کے لئے عبرت ہو، ہم یہودی ذرائع ابلاغ کو خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعہ کنٹرول کریں گے، ہم دنیا کو جس رنگ کی تصویر دکھانا چاہیں گے وہ پوری دنیا کو دیکھنا ہوگا، جرائم کی خبروں کو ہم تفصیل سے غیر معمولی اہمیت دیں گے تاکہ قاری کا ذہن تیار ہو، اس انداز سے کہ قاری کو مجرم کے ساتھ ہمدردی ہوجائے"۔

صہیونی دانشوروں نے ذرائع ابلاغ کی اہمیت کا ادراک بہت پہلے کرلیا تھا، ۱۸۶۹ء میں براگ شہر میں یہودی پاپائے اعظم راشورون نے ایک تقریر کے دوران میڈیا کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا تھا کہ "پوری دنیا پر حکومت کرنے کے لیے سونے کے ذخائر پر قبضہ کے بعد دوسرے نمبر پر صحافت پر قبضہ کرنا ضروری ہے"۔

چنانچہ ذرائع ابلاغ پر یہودی کنٹرول اور غلبہ کے اثر سے انسانی واخلاقی قدریں اور روایات یکسر بدل گئیں، ہر چیز کا پیمانہ بدل گیا، اعلی انسانی قدریں، اخلاق اور خیر وخوبی کی صفات کو رذائل کا نام دیدیا گیا، اور رذائل، کمینہ خصلتوں اور بری عادات کو اعلی انسانی قدروں کے نام سے پیش کیا جانے لگا، صہیونی ذرائع ابلاغ (صحافت، لٹریچر، ریڈیو، ڈرامے، فلموں) نے دنیا کی نظروں میں یہودیوں کی خصوصیات بدلنے، ان کو مظلوم ثابت کرنے اور ان کی تمام قومی خصوصیات کو عربوں کے سر منڈھنے میں زبردست رول ادا کیا، اس طرح یہود ذرائع ابلاغ کا سہارا لے کر امریکی ویورپی قوموں کی نظر میں اپنے کو مظلوم قوم بنانے میں کامیاب ہوگئے، اور یورپی قوموں کے ذہنوں اور دلوں میں یہ بٹھادیا کہ یہود ان کے دوست ہیں، اور یہودیوں کی حفاظت ومدد ان کا دینی فریضہ ہے، لہذا یورپی طاقتوں نے عالم عربی کے قلب میں یہودیوں کا وطن قائم کرادیا۔

اس منصوبہ بند سازش کے تحت پہلی بنیادی تبدیلی یہ واقع ہوئی کہ وہ نصرانی جو تاریخ کے ہر دور میں یہودیوں کو اپنے ملکوں سے جلاوطن کرتے رہے اور ان کو تاراج کیا، ان کا وہ عقیدہ ہی بدل گیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو یہودیوں ہی نے مصلوب کروایا تھا، صہیونیوں کا یہ منصوبہ تھا کہ اس عقیدہ کو تبدیل کروائیں جو منجملہ اور دوسری باتوں کے نصرانیوں کو یہودیوں سے نفرت پیدا کرنے کا موجب رہا ہے، انہوں نے بیشمار صہیونی مفکرین اور یہودی دانشوروں کو نصرانی کلیسا کی روایات، ان کی فقہ، اور ان کے عقائد کے بارے میں تربیت دلوائی، اور سازشیں کرکے ان کو نصرانی کلیسا میں اعلی مناصب دلوائے، پھر آہستہ آہستہ کلیسا کے اعلی حلقوں میں ان صہیونیوں کا اثر ونفوذ اتنا بڑھ گیا کہ انہوں نے اپنے منصوبہ کے مطابق نصرانیوں کے اس عقیدہ کو تبدیل کروادیا، ۱۹۶۴ء میں کیتھولک کلیسا کی اعلی ترین کونسل میں جو ویٹی کن میں منعقد ہوئی، عیسائی پوپ اعظم نے یہودیوں کو حضرت عیسی علیہ السلام کو مصلوب کروانے کے الزام سے جو تاریخی طور پر ثابت ہے بالکل بری الذمہ قرار دے دیا اور یہ اعلان کردیا کہ "نصرانیوں کو چاہیئے کہ وہ یہودیوں کو لعنت زدہ قوم نہ سمجھیں، نصرانیوں کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ یہودیوں سے نفرت نہ کریں، اور ان کا استیصال نہ کریں"۔

نصرانی عقیدہ میں یہ تبدیلی بڑی اہمیت کی حامل ہے، اس سے یہودیوں کی ذہانت وعیاری کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے منصوبے کس طرح ترتیب دیتے ہیں اور کس طرح ان پر عمل درآمد کرتے ہیں، کہ ذرائع ابلاغ اور دولت کے استعمال سے نصرانی کلیسا کا وہ الزام جو دو ہزار سال سے یہودیوں پر لگایا جارہا تھا کس طرح صاف کروالیا۔

صہیونیوں نے ذرائع نشر و اشاعت یا انفارمیشن میڈیا میں اتنا اثر ونفوذ حاصل کرلیا کہ یہودی میڈیا ہر مخالف لہر کو یہودیوں کے حق میں کردیتا ہے، یہی نہیں، بلکہ مخالفین کی تائید و ہمدردی حاصل کرلیتے ہیں، یہودی میڈیا نے بہت سے سچے اور صحیح تاریخی حقائق بدل دیے، اور نئے نئے تصورات رائج کردیے، ہولوکوسٹ پر بحث یا لب کشائی کرنے پر بھی پابندی عائد کردی گئی، یہودی میڈیا یہودیوں پر کیے گئے مظالم کو ہولناک شکل میں پیش کرتا ہے، ان کو معصوم پیش کیا جاتا ہے، سامی دشمنی کے نام پر یہودیوں کی تنقید اور ان کے کسی ظلم پر انگلی اٹھانا ممنوع بلکہ قابل سزا جرم قرار دے دیا گیا، گویا سامی صرف یہودی ہی ہیں، حالانکہ اصل سامی تو عرب ہیں، جبکہ عرب ہی ہر موقع پر ہدف ملامت بنتے ہیں، ان کے عقائد اور مقدسات کو نشانہ بنایا جاتا ہے، بلکہ عالمی اخبارات، مجلات، رسالوں، لٹریچر اور محفلوں میں عربوں کو سب وشتم کرنا محبوب ترین موضوع بن گیا ہے، عربوں اور مسلمانوں کے خلاف ہر جارحانہ کارروائی جائز، تشدد اور ظلم وجور روا ہے، ان کا قتل عام کیا جائے تو کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، لیکن اگر کسی یہودی کو صرف خراش ہی لگ جائے تو کہرام مچ جاتا ہے۔

اسی طرح قیدیوں کے حقوق اور اغوا اور قتل کے قوانین ہیں، ان میں بھی مسلمانوں کے ساتھ امتیاز برتا جاتا ہے، ان کے ساتھ انتہائی گھناونا، وحشیانہ اور جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا ہے، گوانتانامو بے، ابوغریب اور دنیا کے مختلف علاقوں میں قائم امریکی خفیہ جیلوں میں قیدیوں کی ہولناک داستانیں

اخبارات میں آتی رہتی ہیں، اور مہذب یورپین حکومتوں کا دوسرے ملکوں میں اپنے سیاسی مخالفین کو قتل کروادینا یا ان کو اغوا کروالینا اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔ لیکن اگر عراق، افغانستان، لیبیا، مصر، شام، تونس یا کسی اور ملک میں کسی غیر مسلم، یہودی، عیسائی کا اغوا ہو جائے تو عالمی میڈیا آسمان سر پر اٹھالیتا ہے، اور چند نامعلوم افراد کے عمل کو اسلامی دشت گردی سے جوڑ دیا جاتا ہے، اور عالمی سطح پر ان اغواشدہ افراد کو چھوڑانے کی کوششیں کی جاتی ہیں، چند سال پہلے امریکہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ اسے یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ جب اور جہاں چاہے کسی کو اغوا کرسکتا ہے، اور اس کے سپریم کورٹ نے بھی اس کی توثیق کردی، حالانکہ بین الاقوامی قانون یہ ہے کہ اگر کوئی غیر ملکی کسی ملک میں کوئی جرم کرتا ہے اور سزا کا بھی مستحق ٹھہرتا ہے تو اسے اس کے ملک واپس کردیا جاتا ہے، لیکن دنیا کے بڑے ممالک علانیہ اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

امریکہ صہیونیوں کے بنائے ہوئے خطوط پر چل رہا ہے اور پوری دنیا پر تسلط اور اقتدار حاصل کرنے لئے تشدد اور دہشت گردی کا وہی طریقہ اختیار کررہا ہے جو صہیونیوں نے قیام اسرائیل کے بعد اپنایا کہ بڑی تعداد میں نازی لیڈروں کو اغوا کرکے اسرائیل لائے، ان پر مقدمہ چلایا، اور پھر موت کے گھاٹ اتار دیا، اسی طرح یورپ اور خصوصا امریکہ میں سیکڑوں مسلم دانشوروں، مفکروں اور دعوت اسلامی کا کام کرنے والوں کو اغوا کرکے ختم کردیا گیا، اور عالم اسلام میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جارہا ہے، کہ جہاں نام نہاد دہشت گردی کا الزام لگا کر بڑی تعداد میں مسلم اہل عقل ودانش اور اسلامی ذہن رکھنے والوں کا صفایا کردیا گیا، لیکن عالمی میڈیا نے اس پر پردہ ڈال دیا اور خاموشی اختیار کرلی۔ اس سے پہلے بھی مختلف یورپی ممالک اور امریکہ کے زیر اثر ملکوں سے اسلامی ذہن رکھنے والوں کو اغوا کرکے امریکہ لایا گیا جو آج بھی بغیر مقدمہ کے امریکی جیلوں میں قید وبند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں۔ بہت پہلے ہی یہ قانون بنایا جاچکا ہے کہ بغیر مقدمہ چلائے کسی قیدی کی مدت سزا نہ بڑھائی جائے، اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی منشور میں بھی یہ دفعہ داخل ہے، لیکن عالمی طاقت غرور وتکبر اور طاقت کے نشہ میں اس قانون کا احترام نہیں کرتی، چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں بے گناہ ومعصوم افراد اسرائیل اور امریکہ کی جیلوں میں بغیر کسی مقدمہ کے سڑ رہے ہیں اور سخت ترین ایذارسانی اور تعذیب سے دوچار ہیں۔

اسرائیل کی دہشت گردی اور جارحانہ پالیسی کی ایک مثال انسانی آبادی والے علاقوں پر بمباری کرنا ہے، جوکہ بین الاقوامی قانون کی رو سے ممنوع ہے، لیکن اسرائیل شروع ہی سے اس مجرمانہ عمل کا مرتکب ہورہا ہے، اور انسانی حقوق کی تنظیموں کے احتجاج اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اور جب مسئلہ سلامتی کونسل میں پیش کیا جاتا ہے تو امریکہ ویٹو پاور استعمال کرکے اسرائیل کی پشت پناہی کرتا ہے، خود امریکہ بھی اسرائیلی سیاست پر عمل پیرا ہے، چنانچہ اس کے بمبار جہاز دنیا کے مختلف علاقوں پر بم برساتے رہتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ہزارہا ہزار بے گناہ مرد اور عورتیں اور معصوم بچے درندگی کا شکار ہوجاتے ہیں، لیکن عالمی میڈیا ان انسانیت سوز واقعات کو بالکل نظر انداز کردیتا ہے گویا کہ کچھ ہوا ہی نہیں، اور دوسری طرف اکادکا انفرادی خودکش حملوں کو عالمی امن وامان کے لیے بڑا خطرہ بناکر پیش کرتا ہے، اسرائیل نے عراق کی ایٹمی تنصیبات پر بمباری کرکے تاراج کردیا، اور بعض حلقوں نے اس پر ناگواری بھی ظاہر کی، لیکن یہودی میڈیا نے اس مجرمانہ عمل کو یورپی امن وامان کی خدمت کے طور پر پیش کیا، اور یورپ نے اس کو تسلیم بھی کرلیا، امریکہ بھی شام اور ایران کی ایٹمی تنصیبات کو امن عالم کے لئے خطرہ بتاکر اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

انفارمیشن میڈیا پر غلبہ وکنٹرول حاصل ہوجانے کے بعد اسرائیل نے عالمی سراغرساں ایجنسیوں پر بھی کنٹرول حاصل کرلیا، چنانچہ اسرائیلی اور صہیونی خفیہ ایجنسیاں یہودی مفادات کی خاطر دنیا میں سیاسی انتشار وخلفشار اور بے چینی وبے اطمینانی پیدا کرنے کے لیے مختلف علاقوں میں تشدد اور دہشت گردانہ کارروائیاں کراتی ہیں اور پھر عالمی ذرائع ابلاغ یہودی میڈیا کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اسلامی تنظیموں کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، اور امن وسلامتی سے متعلق ادارے بھی صہیونی اثر ونفوذ کی وجہ سے ایک خاص طبقہ کےخلاف کارروائی کرتے ہیں، گزشتہ برسوں میں مختلف علاقوں میں پیش آنے والے دہشت گردانہ واقعات کے متعلق انگریزی اخبارات میں ایسی رپورٹیں شائع ہوئیں جن میں قوی دلائل کے ساتھ ان واقعات میں براہ راست امریکہ کا ہاتھ ہونا بتایا گیا، لیکن عالمی میڈیا نے ان رپورٹوں کو نظر انداز کردیا اور سیاسی اسباب کی بنا پر سیکورٹی محکموں نے بھی ان پر کوئی توجہ نہیں دی۔

اسی طرح نام نہاد اسلامی دہشت گردی بھی صہیونی دماغ کی اختراع ہے جس کا یہودی اور عالمی میڈیا اور ایجنسیوں نے اتنے زور شور سے پروپیگنڈہ کیا کہ موجودہ دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ

بن گیا اور ۹/۱۱ کے واقعہ کے بعد تو صہیونی لابی نے امریکہ کو اس نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ پر آمادہ کردیا، حالانکہ خود یورپین میڈیا کی رپورٹوں سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ۹/۱۱ کا واقعہ صہیونی سازش ہے۔

بعض محققین نے لکھا ہے کہ ”صہیونی دانشور برنارڈ لوئس وہ پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے اسلام کو عالمی امن کے لیے خطرہ بناکر پیش کیا، اس نے ۹/۱۱ کے واقعہ سے پہلے ہی اسلامی دہشت گردی کا تخیل دیا تھا، ۱۹۹۴ء میں واشنگٹن میں منعقد ہونے والی ایک بین الاقوامی کانفرنس میں برنارڈ لوئس مغربی دانشوروں کی ایک ٹیم کے ساتھ شریک ہوا، اور اسلامی دہشت گردی کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا، اور اسی نے سب سے پہلے تہذیبوں کے ٹکراؤ کا نظریہ پیش کیا، اس کا مقالہ ”جذور الغضب الإسلامی“ امریکی مفکر ہنٹنگٹن اور فوکویاما کے تہذیبوں کے ٹکراؤ کے نظریہ کی اصل بنیاد ہے“۔

عالمی سیاست میں صہیونی اثر ونفوذ کی یہ چند مثالیں ہیں، انسانی قدروں اور انسانی حقوق کی پامالی اور خلاف ورزی کے واقعات دنیا کے مختلف علاقوں عام ہوچکے ہیں، ایک مثل مشہور ہے کہ ”لوگ اپنے حکمراں کے دین کے تابع ہوتے ہیں“، اور گلوبلائزیشن کے عہد میں دوسری حکومتیں بھی وہی کررہی ہیں جو کچھ امریکہ اور اسرائیل میں ہورہا ہے، گویا ساری دنیا ایک حکمراں کے ماتحت ہے یا ایک رہبر کے نقش قدم پر چل رہی ہے، اور وہی بات کہے جارہی ہے جو یہودی میڈیا کہلوارہا ہے۔

☆☆☆☆☆

حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقاضا

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

ربیع الاول کے مبارک مہینہ کی آمد آمد ہے، اس ماہ مبارک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک سے نسبت حاصل ہے جس کی وجہ سے اس ماہ میں ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں بجتی ہیں، نعت ودرود وسلام سے پوری فضا منور ہوجاتی ہے ظلمت، شرک وکفر کافور ہوجاتی ہے، اور مسلمانوں کے دل حب نبویؐ سے سرشار ہوجاتے ہیں، ایسے مبارک موقع پر ہم سب کو یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم اپنی پوری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں گزاریں گے، اور سرور کائنات کی ہر ہر سنت پر عمل کریں گے، پانی پئیں گے تو اس طرح جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے تھے، کھانا کھائیں گے تو اس طرح جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھاتے تھے غرض کہ سونے جاگنے، چلنے پھرنے، دین کا کام کرنے، پڑوسیوں، رشتہ داروں اور عام مسلمانوں کے ساتھ وہی معاملہ کریں گے، جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، اسی طرح نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور صدقات، انسانوں کے ساتھ ہمدردی، غمگساری، محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ اسی طرح حسن سلوک کریں گے جیسا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔

اسی طرح اللہ تعالٰی کا لحاظ، اس کا خوف، اس سے رحمت ومغفرت کی امید، اسی سے مدد مانگنا، اس کے ایک ایک حکم پر دل وجان سے عمل کرنا، اسی سے محبت کرنا، چھوٹوں پر شفقت کرنا، بڑوں کی عزت اور خدمت کرنا، کمزوروں کی مدد کرنا، اپنی کمائی ان پر خرچ کرنا ہمارا شیوہ ہونا چاہیے تبھی ہم محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرنے میں سچے ہوں گے ورنہ زبان سے تو حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ اور عمل سے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دور ہوجائیں گے۔

☆☆☆☆☆

ہندی ماہنامہ ”سچا راہی“

آج کل ہمارے ملک کی تعلیم یافتہ مسلمانوں کی اکثریت صرف ہندی جانتی ہے، ایسے بھائیوں میں اسلامی ثقافت، اسلامی اخلاق اور دینی معلومات عام کرنے کے لیے ندوۃ العلماء نے ہندی ماہنامہ **”سچا راہی“** جاری کیا ہے۔ جو بارہ برسوں سے یہ خدمت انجام دے رہا ہے، **”تعمیر حیات“** کے قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے حلقے کے ہندی دانوں میں اس کا تعارف کراکر اس کا خریدار بننے کی ترغیب دیں۔ جزاکم اللہ خیراً۔

”سچا راہی“ کا سالانہ زر تعاون -/150 روپے ہے۔

رابطے کے لیے:

منیجر ”سچا راہی“ ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر 93 لکھنؤ۔ پن نمبر 226007

فون نمبر: 2740406 - 0522

ہمارا سماج

حسد-ایک تباہ کن نفسیاتی مرض

تحریر: مصطفی لطفی منفلوطیؒ

حاسد و محسود کا رشتہ یوں تو بظاہر باہم عداوت پر مبنی لگتا ہے، تاہم اگر محسود کو معلوم ہو جائے کہ حاسد کے اس پر کیا احسانات ہیں، اس نے اسے کن عظیم نعمتوں سے بہرہ ور کیا ہے اور کتنے عظیم مرتبے کا حقدار ٹھہرایا ہے، تو شاید وہ ساری تلخیاں بھول کر یکلخت اس کا مخلص ترین دوست بن جائے اور اس کے سامنے یوں حاضر ہو جس طرح ایک ممنون کرم اپنے محسن حقیقی کے سامنے دست بستہ حاضر ہوتا ہے، ایک باصلاحیت اور ہنر مند شخص کو اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا علم نہیں ہوتا، اس طرح وہ ان کی ناقدری کرتا اور اسے ناقابل اعتناء سمجھتا ہے؛ لیکن ایک حاسد جب اس کی صلاحیتوں کا انکار کرتا ہے اور اسے ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے تو محسود کو اپنی نعمتوں اور صلاحیتوں کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے، چنانچہ اچانک وہ خواب غفلت سے بیدار ہوتا ہے اور اپنی ساری خفتہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ایک بہتر مستقبل کی تعمیر میں جٹ جاتا ہے، اس طرح حاسد دشمن کے لبادے میں دراصل ایک ایسا دوست ہوتا ہے جو بظاہر تو محسود کی تباہی و بربادی کا خواہاں؛ لیکن دراصل اس کے روشن مستقبل کا معمار ہوتا ہے۔

مجھے شاید ہی کسی کی حالت زار پر اتنا رونا آتا ہو، جتنا حاسد کی بیچارگی پر آتا ہے، حاسد بیچارہ چاہتا ہے کہ وہ محسود سے ان ساری نعمتوں کا انتقام لے لے جو خدا نے اپنے فضل سے اسے بخشی ہیں، صبح و شام کی بس یہی ایک آرزو اس کی آبلہ پائی کا باعث ہوتی ہے کہ روز و شب کی آمد و شد کسی ایسے سانحہ کو جنم دے دے جس میں اس کے محسود کی ساری نعمتیں چھن جائیں، زمانہ کوئی ایسی مصیبت نازل کر دے جو برق تپاں بن کر اس پر گرے اور لمحوں میں اس کے خرمن حیات کو خاکستر کر جائے، حالانکہ حاسد کو شاید پتہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے اس فعل کے ذریعے محسود کا نقصان نہیں، بلکہ فائدہ کر رہا ہے، اپنے خون جگر سے اسے وہ آب حیات پلا رہا ہے جو اسے عنقریب حیات جاودانی بخشنے والا ہے اور اس کی رہنمائی ایک ایسے راستے کی طرف کر رہا ہے، جہاں سے عز و شرف اور عروج و سربلندی کی منزل زیادہ دور نہیں۔

حاسد کا چہرہ صلاحیتوں اور نعمتوں کو ناپنے کا ایک عمدہ پیمانہ ہوتا ہے، وہ دراصل ایک ایسی اسکرین کی مانند ہوتا ہے جس کے بدلتے رنگ اور وقفے وقفے سے اس پر ابھرتی ہوئی آڑی ترچھی لکیروں کے ذریعے اس کے اندرون میں چل رہے پروگرام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اگر آپ کو اپنی کسی صلاحیت کی قیمت کا اندازہ لگانا ہے تو اس کا اظہار اپنے حاسد کے سامنے کیجئے پھر ترچھی نظروں سے اس کے چہرے کا مشاہدہ کیجئے، ناپسندیدگی اور انقباض کے جتنے سیاہ بادل اس کے چہرہ پر منڈلاتے نظر آئیں، آپ اپنی صلاحیت کو اتنا ہی روشن اور تابناک سمجھئے۔

خدا نے اپنے بندوں کو جن نعمتوں سے سرفراز کیا ہے، ان میں سب سے کم تر درجے کی نعمت وہ ہے جس پر کوئی حسد کرنے والا نہ ہو، اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی کم تر درجے کی نعمت بھی اعلیٰ مراتب حاصل کرے تو خدارا اسے حاسدوں کے بازار میں لے جائیے، ناقدروں کی منڈی میں رکھئے، اگر وہاں اس کی تحقیر کی کوشش کی جائے اور اسے بے فائدہ اور بے کار قرار دیا جائے تو خوش ہو جائیے کہ آپ کی آرزو بھی پوری ہو گئی اور حاسدوں نے بھی اسے سند فضیلت عطا کر دی۔

اگر آپ دو آدمیوں کے بیچ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان میں کون برتر ذہنیت کا مالک اور کون پست ذہن ہے تو دیکھئے کہ ان میں کون اپنے ساتھی کو پریشان دیکھنے کا خواہاں، اس کے کارناموں پر پردہ ڈالنے والا اور اس کی عزت کو داغدار اور اس کی شخصیت کو مجروح کرنا چاہتا ہے، ان میں سے جو بھی ایسے کردار کا مالک ہو سمجھ جائیے کہ دونوں میں یہ شخص انتہائی گھٹیا اور رذیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی ہر گناہ کی ایک سزا مقرر کر رکھی ہے جو گنہگار کو اس وقت ملتی ہے جب اس کا متعین وقت آجاتا ہے، چنانچہ شرابی شراب کی سزا اس وقت پاتا ہے جب بیمار پڑتا ہے، جواری جوئے کی سزا تب پاتا ہے جب فقر و فاقے کی مصیبت آن پڑتی ہے، چور کی مصیبت اس وقت آتی ہے جب جیل کی کال کوٹھری اس کا مقدر بنتی ہے؛ لیکن حاسد کا حال ان سب سے برا ہوتا ہے، اس کا تو پورا وجود سرتا پا سزا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ایک لمحہ کو بھی اسے چین میسر نہیں آتا، اسے تو نعمت اور فضل خداوندی کی ہر وہ جھلک اذیت پہنچاتی ہے جو اسے دوسروں کی جھولی میں نظر آتی ہے، اسے دوسروں کی صلاحیتوں کا ہر وہ نظارہ تکلیف دیتا ہے جو اس کی نگاہوں کے سامنے سے گزرتا ہے۔

نعمت اور فضل الٰہی تو ایسی چیزیں ہیں جو ہر وقت انسان پر سایہ فگن رہتی ہیں اور نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتیں، بس مناظر اور مظاہر بدلتے رہتے ہیں، اب ذرا اس شخص کا تصور کیجئے جسے اس طرح کے ہر منظر سے تکلیف ہوتی ہو، ظاہر ہے اس کے غموں کا سلسلہ بھی لامتناہی ہوگا اور شاید اسے سکون دل اور قرار تبھی میسر آئے، جب اس کی آنکھیں پتھرا جائیں اور دل دھڑکنا بند کر دے۔

حسد مہلک بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے، ہر مرض کا خالق نے ایک علاج پیدا کیا ہے، حاسد کے مرض کا علاج یہ ہے کہ وہ جس سے حسد کر رہا ہے اس کی زندگی کا جائزہ لے اور ان خصوصیتوں کا باریک بینی سے مطالعہ کرے، جن کے ذریعے وہ ان نعمتوں کا مستحق ٹھہرا ہے اور جو اس کے حسد کا باعث ہیں اور میرے خیال میں تجزیے کے اس عمل میں اسے اتنی مشقت اور ذہنی اذیت نہ اٹھانی پڑے گی جتنی اسے محسود کی قدر و منزلت گھٹانے اور اسے رسوا کرنے میں اٹھانی پڑتی تھی، اگر وہ اس کے مال پر حسد کر رہا ہے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ وہ مال اس نے کیسے کمایا ہے، اگر علم باعث حسد ہے تو اسے علم و ادب سیکھنا چاہئے، اگر وہ ایسا نہ کر کے حسد کی روش اختیار کرتا ہے تو گویا اپنی زندگی کو جہنم میں جھونکتا ہے۔

حاسد کو کبھی چین سے رہتے نہیں دیکھا
سیماب کو یکجا کبھی رہتے نہیں دیکھا

[ترجمہ: محمد عمیر سفیان اصلاحی]

☆☆☆☆☆

تعارف و تبصرہ

رسید کتب

محمود حسن حسنی ندوی

نام کتاب: **تحفة الدرر من نماذج الخطب**

مرتب: نواب عالم ندوی

ناشر: دار العصر الجدید، شارع ملک فیصل، مصر

۱۸۸ صفحات کا یہ مجموعہ خطب مولانا نواب عالم ندوی کا مرتب کردہ ہے، جو انہوں نے مختلف بڑے ائمہ مساجد عرب کے جمعوں کے خطبوں سے کیا ہے۔

ان میں ائمہ حرم مکی و مدنی کی بھی نمائندگی رکھی ہے، شیخ عبد العزیز آل شیخ خطیب جامع الترکی ریاض، جو خطیب عرفات بھی رہ چکے ہیں، ان کا بھی خطبہ ہے، یہ مجموعہ خطب مختلف حیثیتوں سے جامع اور بہت مفید ہے۔

☆نام کتاب: **پولیس ایکشن**

مؤلف: ایم اے عزیز انجینئر

ناشر: مؤلف

پتہ: نہرو بھون، بڈی لین، اورنگ آباد

ریاست حیدرآباد (انڈیا) کا پولیس ایکشن ایک ایسی ظالمانہ کارروائی تھی، جس میں مسلمانان حیدرآباد کو بری طرح نشانہ بنا کر ان کے دین و مذہب، عزت و آبرو، اور اقتصادی حالت سب کو متاثر کیا گیا تھا، ۱۶۰ صفحات کی یہ کتاب انہی حقائق کو واضح کرتی ہے، اور جمہوریت کے نام پر آمریت کی حقیقت کھولتی ہے، یہ پولیس ایکشن ۱۹۴۸ء میں ہوا، اس کے پیچھے کیا مضمرات اور پس منظر تھا، یہ سب اس کتاب میں ملاحظہ کیجیے، صفحات دو سو ہیں اور قیمت بھی ۲۰۰ روپے۔

موجودہ ایڈیشن اضافہ شدہ ایڈیشن ہے۔

☆☆☆☆☆

روزی میں برکت کے لیے حضرت آدمؑ کی دعا

حضرت سلیمان بن بریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر آنے کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا، پھر دروازہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی، پھر ملتزم پر تشریف لائے اور یہ دعا پڑھی:

"اللّٰھم انك تعلم سریرتی وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم مافی نفسی فاغفرلی ذنوبی وتعلم حاجتی فأعطنی سؤالی، اللّٰھم انی أسئلك ایماناً یباشر قلبی ویقیناً صادقاً، حتی أعلم أنه لایصیبنی الا ما کتبت لی والرضاء بما قضیت علیّ"۔

تو حضرت آدم علیہ السلام پر وحی آئی کہ تم نے ایسی دعا کی جو قبول کی گئی، تمہاری اولاد میں سے جو بھی دعا کرے گا، اس کے غم و فکر کو دور کر دوں گا اور اس کی روزی کو کافی کر دوں گا، اس کے دل سے فقر کو دور کر دوں گا، اور اس کو غنی کر دوں گا، اس کی طرف باب رزق کو متوجہ کر دوں گا، اس کی طرف دنیا ذلیل ہو کر آئے گی اگر چہ وہ دنیا کو نہ چاہے گا۔ [مناسک: ۲/۷۱، الدعاء المسنون: ص/۳۴۱]

☆☆☆

جامع کمالات

خانوادۂ علم اللّٰہی اور فکر ولی اللّٰہی کے گل سرسبد

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ

نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

دسمبر ۱۹۱۳ء کی ابتدائی تاریخیں تھیں کہ اولیاء اللہ، مجاہدین، علمائے ربانیین، مشائخ اور صاحبان فضل وکمال کی سرزمین ''قریۃ الصالحین'' یا ''وادی حسنات'' یعنی تکیہ شاہ علم اللہ، رائے بریلی (یوپی) کی ارض پاک سے جومشت خاک اٹھی، اسے دنیائے اسلام نے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ؒ کے نام سے جانا، پہچانا اور مانا، آپ کے والد ماجد مؤرخ ہند مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی تھے، برادر اکبر کا اسم گرامی مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی تھا، انہوں نے اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ کی قابل رشک تعلیم وتربیت کی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ کے مورث اعلیٰ اپنے وقت کے ولی کامل حضرت شاہ علم اللہ حسنی ؒ تھے۔ وہ اسلامی شریعت کی اتباع، سنت رسول ؐ کی پابندی، بدعات وخرافات سے کامل اجتناب، عبادت وریاضت، علم وفضل، تقویٰ و طہارت، ذکر وفکر اور اصلاح عقائد ودرستی اعمال کے سلسلے میں بہت مشہور تھے۔ یہ تمام خصوصیات حکیم الاسلام، مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ کی سیرت مبارک میں بھی جلوہ گر ہیں۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ کی ذات بابرکات میں ان اوصاف کا عکس جمیل نظر آتا ہے، ان کی شخصیت اور فکر کی تعمیر وتشکیل میں امام المجاہدین امیر المومنین حضرت سید احمد شہید جیسی ربانی اور نورانی شخصیت کی سیرت نے اہم کردار ادا کیا۔ اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ کی ذات والا صفات مذکورہ بزرگوں کے سہ آتشہ سے تشکیل پائی ہے، تو غلط نہ ہوگا۔

مولانائے ندوی کو اللہ رب العزت نے اسلام کی سربلندی، تمام انسانیت خصوصاً ملت اسلامیہ کی فلاح وبہبود اور تحفظ کے لیے سوچنے والا دماغ، اسلامیان عالم کی تکلیفوں کا درد محسوس کرنے والا دل، ان کی مدافعت، حمایت اور نصرت کے لیے بولتی ہوئی زبان اور ان کا فراموش شدہ سبق یاد دلانے کے لیے ہر لحہ متحرک قلم عطا کیا تھا۔ رب کریم کے اس نیک بندے کی فطرت میں تمام بندگان خدا کے لیے نصیحت اور خیر خواہی کے جذبات رچے بسے ہوئے تھے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ نے اپنی مثبت فکر اور رواں دواں عمل سے مسلمانان عالم کو اس حقیقت سے روشناس کرایا کہ اگر انہیں دونوں جہاں میں کامیابی اور سرخ روئی حاصل کرنا ہے تو اپنی فکر وعمل اور زندگی کے دھارے کا رخ دین حنیف کی طرف کرلیں۔ وہ اپنے کردار وگفتار سے یہ ثابت کردیں کہ وہ خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے امتی اور پیروکار ہیں۔

سرمایہ ملت کے اس نگہبان کو خدائے رحمٰن کے فضل وکرم سے یہ دولت نصیب ہوئی کہ آپ کی فکرو پیام سے محروم رہے نہ آبی اور نہ خاکی۔ ہندوستان کی فضائیں اس فکر سے معمور ہوئیں۔ عرب کے ساحلوں میں یہ دعوت عام ہوئی۔ یورپ کے کلیساؤں میں بھی یہ پیام پھیلا۔ افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں بھی یہ صدا بلند ہوئی۔ امریکہ کے شہروں اور ''دنیائے متمدن'' کی بستیوں میں مولانائے ندوی کی ندا گوش دل سے سنی گئی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ فکر ولی اللٰہی کے بہترین شارح وترجمان تھے، ان کی تصنیفات ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر''، ''منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین''، ''ارکان اربعہ''، ''مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کش مکش''، ''دعوت فکرو عمل''، ''عالم عربی کا المیہ'' اور ''نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں'' میں خصوصاً یہی فکر کارفرما ہے۔ انہوں نے اپنی قلمی صلاحیتوں کو اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے وقف کردیا تھا۔ ان کی کتابیں دینی بصیرت اور سدا بہار اسلامی دعوت وفکر سے لبریز ہونے کے ساتھ ساتھ تخلیقی ادب کا سرسبز وشاداب نمونہ بھی ہیں۔ حضرت مولاناؒ کی تصنیفات اپنے سنجیدہ وشگفتہ اسلوب، علمی تحلیل وتجزیے، استدلالی طرز نگارش، مطالعے کی وسعت، متانت وسلاست، زبان وبیان پر مکمل عبور اور شستگی وشائستگی کے باعث تمام علمی حلقوں میں مقبول ہیں۔

مولانا ندوی ؒ نے اپنے لٹریچر کے ذریعے کسی مخصوص جماعت اور حلقے یا فقہی مسلک کی ترجمانی اور وکالت نہیں کی بلکہ انہوں نے اسلام کی جامع و مکمل ترجمانی کی۔ انہوں نے وقتی اور علاقائی مسائل سے تعرض کرنے کے بجائے اپنے قلم حقیقت رقم کو کل مسلمان اور کل اسلام کی تشریح و ترجمانی کے لیے وقف کردیا تھا۔ ان کا پرمغز اور

صالح لٹریچر اسلام کی مؤثر اور طاقت ور نمائندگی کرتا ہے، اس کے مطالعے سے دل ودماغ میں ایمان ویقین کی بنیادیں مضبوط اور استوار ہوتی ہیں، اور مغرب کے شک آفریں اور الحاد آمیز لٹریچر کا قلع قمع ہوتا ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ کی خداشناسی کی دعوت دینے والی اور دلوں میں سنت رسول ؐ اور اسلامی شعائر وتہذیب سے محبت کی شمعیں فروزاں کرنے والی کتابوں کے مطالعے سے اس نئے ذہنی وفکری ارتداد کا مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا ہوتی ہے، جو آج تہذیب مغرب کے دل دادگان نے پوری دنیا میں پھیلا رکھا ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ کا لٹریچر اسلام کے کتب خانے کی شان ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ مشہور عالم ربانی اور مقبول بارگاہ صمدانی تھے۔ وہ اپنے داعیانہ کردار اور عالمانہ وقار کے باعث اپنے معاصرین میں امتیازی شان کے حامل تھے۔ وہ اپنے اکابر کی نگاہ میں ''مجمع الکمالات''، ''مسلمانوں کے سچے ہم درد''، ''سیدی وسید عالم''، ''گوہر تاباں معدن سیادت''، ''سعادت شعار ناشر دین اللہ''، ''مفتاح خیر مغلاق شر''، ''آیۃ من آیات اللہ''، ''نخبۃ الاتراب والاماثل''، ''مجموعۂ حسنات''، ''تاروں کے جھرمٹ کے درمیان آفتاب'' اور بھی جانے کیا کچھ تھے، جہاں تک ہم خطا کاروں کی نگاہ ظاہر بیں نہیں پہنچ سکتی۔

۳۱ر دسمبر ۱۹۹۹ء مطابق ۲۲ر رمضان ۱۴۲۰ھ بروز جمعہ امت اسلامیہ کے اس بطل جلیل، خانوادۂ علم اللّٰہی اور فکر ولی اللّٰہی کے گل سرسبد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ کی آنکھیں کیا بند ہوئیں، معلوم ہوا کہ اہل تصوف کا شیخ وقت اٹھ گیا، صاحبان علم کی نظر میں دیدہ ور مفکر کی رحلت ہوگئی، داعیوں کا امام رخصت ہوگیا، اصحاب تدریس کے حلقے سے مسند درس کی رونق جاتی رہی، دینی کام کرنے والوں کی محفل کا روشن چراغ گل ہوگیا، محققوں کی صف سے زبردست محقق کی جگہ خالی ہوگئی، سوانح نگاروں کا گل سرسبد مرجھا گیا، سیرت نگاروں کی جماعت کے منفرد سیرت نگار کا انتقال ہوگیا، بے مثل تاریخ نگار کا قلم رک گیا، عربی اور اردو کے مایۂ ناز اہل قلم کی آنکھیں بند ہوگئیں، خطابت کا منبر سونا ہوگیا، مسلم تعلیم گاہوں کا سرپرست جدا ہوگیا، ہندوستان کے اسلامی مدرسوں کے سر سے سایہ ختم ہوگیا، دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں اور دینی تحریکات کی فکری اور علمی رہنمائی کرنے والا نہ رہا، اسلامیان عالم کے تڑپتے اور کراہتے جسموں پر مرہم رکھنے والا چلا گیا، مسلمانان ہند کی تکلیفوں کو محسوس کرنے والا اور ان کو دور کرنے والا اللہ کو پیارا ہوگیا، بزرگوں کا چہیتا اٹھ گیا، ہم عصروں کا سرمایہ فخر لٹ گیا، چھوٹوں اور نیازمندوں کے مشفق اور مربی کی وفات ہوگئی۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

اے نفس مطمئنہ! جا اپنے رب کی مرضیات میں شاداں وفرحاں داخل ہوجا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ کی ذات والا صفات اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ شیفتگی، اسلام سے گہری وابستگی، مسلمانوں سے محبت، تقویٰ شعاری، زہد واستغناء، جود وسخا، تواضع وانکساری، عبادت وریاضت، علمی شغف، تاریخی ذوق و شوق، اصابت رائے، سلامت فکری، خاندانی نجابت ووجاہت اور اعلیٰ انسانی فضائل وکمالات سے آراستہ ہونے کے باعث بندگان خدا کے درمیان نہایت محبوب تھی، ارشاد خداوندی ہے: ''اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا''۔ [مریم/۹۶] (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، خدائے رحمٰن ان کے لیے (لوگوں کے دل میں) محبت پیدا کردے گا)، حضرت نوراللہ مرقدہ کی حیات طیبہ مذکورہ آیت ربانی کی روشن تفسیر تھی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ اقلیم روحانی کے تاج دار تھے، انہیں مادیت اور مادہ پرستی چھو کر نہیں گزری تھی، انہیں چاہے شاہ فیصل ایوارڈ ملا ہو یا دبئی کا عالمی اسلامی شخصیت ایوارڈ (جس کی مالیت سوا کروڑ روپے تھی) ملا ہو یا حکومت برونائی کی جانب سے دیا جانے والا ایوارڈ، ان کا ایک بھی پیسہ انھوں نے اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔

آج کل حقوق انسانی اور پیام انسانیت کا بڑا غلغلہ ہے، انسانیت کی حقیقی فلاح وبہبود کی فکر کس کو ہے؟ اس سلسلے میں عملی اقدام کس نے کیے؟ رب کریم کے اس نیک بندے کو یہ توفیق ملی اور وہ ''الخلق عیال اللہ'' [الحدیث] (مخلوق اللہ کا کنبہ ہے) کو حرز جان بنائے ساری انسانیت کی خیر خواہی، صلاح وفلاح کا پیام لیے صفت جام پھرا اور بفضل الٰہی کہیں ناکام نہیں رہا۔

اسلامیان عالم کی ایسی دل نواز شخصیت کے سوانح، حالات وافکار سے عام لوگوں کو واقف کرانے کے لیے ملک وبیرون کے متعدد اخباروں، جرائد اور رسائل نے خصوصی نمبر شائع کیے، مدارس اسلامیہ، یونیورسٹیوں اور علمی وادبی تنظیموں نے ان کی یاد میں متعدد سیمینار اور مذاکرے کیے، بہت سے اہل قلم نے ان کے سوانح پر مضامین اور کتابیں لکھ کر ان کے شایان شان خراج عقیدت پیش کیا اور یہ سلسلہ تادم تحریر جاری ہے۔

☆☆☆☆☆

منزل بہ منزل

رپورٹ ۳۳واں مذاکرۂ علمی رابطہ ادب اسلامی منعقدہ اورنگ آباد بعنوان:

ملت اسلامیہ کے مسائل وقضایا

علامہ شبلی و معاصر شعراء کے کلام میں

شیخ محمد اسلم

افتتاحی نشست، خطبۂ صدارت

"اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو فطرت عطا فرمائی ہے، اس میں اس کی فطری ضروریات وزندگی کے فطری تقاضوں کا پورا لحاظ رکھا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسروں پر جو امتیاز عطا فرمایا ہے، اس کا انحصار انھیں چیزوں پر نہیں ہے، بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ذوق وجذبات اور زندگی میں پیش آنے والے حالات و واقعات کے اثر سے جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں، ان کی متنوع اور رنگا رنگ خصوصیات سے بھی انسانوں کو سابقہ پڑتا ہے، جو اپنی اپنی جگہ خود افادیت واہمیت رکھتے ہیں، ان کے اظہار کے لیے ادب کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے ذریعے انسان اپنی اسی قسم کی کیفیات، ان کے اتار چڑھاؤ اور زیرو بم کا عکس پیش کرتا ہے، انسان آپس میں ایک دوسرے کی نفسیاتی حالت کو محسوس کرتا ہے اور ادب کے ذریعے اس کی ترجمانی کرتا ہے، اس عمل میں نظم ونثر دونوں یکساں طور پر شامل ہیں"۔

ان خیالات کا اظہار حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر رابطہ ادب اسلامی عالمی شعبۂ برصغیر و ممالک مشرقیہ نے شہر اورنگ آباد (مہاراشٹر) میں منعقد ہونے والے رابطہ ادب اسلامی کے ۳۳ویں سیمینار کے افتتاحی اجلاس میں اپنے صدارتی خطبہ میں کیا، یہ سیمینار اورنگ آباد میں جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم ملحق دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے تعاون سے جامعہ کے وسیع اور خوبصورت سیمینار ہال "سعید ہال" میں ۲۹-۳۰ر نومبر و یکم دسمبر ۲۰۱۳ء کو "ملت اسلامیہ کے مسائل وقضایا علامہ شبلی و معاصر شعراء کے کلام میں" کے موضوع پر منعقد ہوا۔ واضح ہو کہ یہ ہال جامعہ کے بانی حاجی جے. پی. سعید صاحب کے نام نامی سے منسوب ہے۔

اپنے صدارتی خطاب میں حضرت والا نے ادب کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اس بات کی ضرورت ہمیشہ رہی ہے اور اس وقت بھی ہے کہ ہم ادب کو اس مقصد کے لیے استعمال کریں جس سے انسان کو فائدہ حاصل ہوتا ہو، انسان کے نفسیاتی تقاضے اور اس کے صحیح ذوق کو تسکین ملتی ہو، اور وہ تسکین تعمیری اور پاکیزہ ہو، وہ تسکین نہیں جو نجس ہو اور نقصان پہنچانے والی ہو اور جو انسان کی زندگی کو بگاڑنے والی ہو، ہم دیکھ سکتے ہیں کہ وہ ادب جس میں نفسانیت کو بنیاد بنایا گیا ہو اور اسی کو پیش نظر رکھا گیا ہو، وہ بگاڑ کا ذریعہ ہے، اس سے انسانوں میں خرابی اور بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اور اس کے ذریعے انسان خرابی کی طرف جا رہا ہے، اس کے برعکس وہ کلام جو انسان کی واقعی ضرورت ہے، اور اس کا ذوق اور اس کے جذبات جس کلام کے متقاضی ہیں، وہ کلام انسان کی تسکین کا باعث ہے، جو دل کو قوت عطا کرتا ہے اور اس کے کام کو آسان بناتا ہے، خواہ وہ کلام نثر میں ہو یا نظم میں۔

سیمینار کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مولانا نے فرمایا کہ ملت کے مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے ان کو اپنے ادبی قالب میں موثر طریقے سے پیش کرنے میں تقریباً ایک صدی قبل جب کہ ہندستان بیرونی استعماری طاقت کے سامنے بے بس اور بے زبان بنایا جا رہا تھا، باہمت ادباء اور علماء نے اپنی اپنی ذوقی وفطری صلاحیتوں سے قوم کو خطرے سے بچانے کی کوشش کی، علماء نے علم کی راہ سے، ادباء نے ادب کی راہ سے اور شعراء نے شعر کی راہ سے ذہنوں اور ذوقوں کو غلامانہ ذہنیت سے نکالنے کی کامیاب کوششیں کیں، اس میں علامہ شبلی نعمانیؒ اپنے دیگر اہل فکر وادب رفقاء میں نمایاں رہے، انھوں نے شاعری کے ساتھ اپنی مؤثر تصنیفات کے ذریعے مسلمانوں کے عظیم الشان عہد رفتہ کو پیش کیا، علامہ شبلی نعمانیؒ کی کتاب "الفاروق" جب طبع ہو کر آئی ہے تو اس وقت کے نوخیز اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں قاضی عدیل عباسی صاحب کہتے تھے کہ ہم طالب علم تھے، "الفاروق" سے ہماری ہمت بہت بڑھ گئی، احساسِ کمتری ختم ہوا، اور ہم غیر مسلم اسکالرز سے بات کرتے ہوئے بڑے فخر سے اس کتاب کا حوالہ دینے لگے، اور کہنے لگے کہ اس کو لو اور پڑھو، اس لیے کہ تعلیم کے ذریعے سے مسلمانوں کا ایسا ذہن بنایا جا رہا تھا اور ان میں تحقیر کا ایسا احساس پیدا کیا جا رہا تھا کہ گویا انھوں نے کوئی ڈھنگ کا اور عزت کا کام کیا ہی نہیں، ان کو تو صرف مار دھاڑ اور حکومتوں پر قبضہ کرنا آتا ہے، تو اس زمانے میں "الفاروق" نے بڑا اثر ڈالا اور اس نے ذہنی انقلاب پیدا کیا، کیوں کہ اس وقت سب مسلمان جدید تعلیم اور اس کے نظریات کے مقابلے میں احساسِ کمتری میں مبتلا تھے۔

نثری کوشش کے ساتھ علامہ شبلیؒ نے شاعری کے ذریعے بھی اسلامی مقاصد اور اسلامی شعائر کو بیان کرنے کا کامیاب کام انجام دیا، تاکہ لوگوں کے دل مضبوط ہوں اور انھیں اپنی عظمتِ رفتہ پر فخر ہو، انھوں نے اپنے ادب و شعر کے ذریعے مسلمانوں کے اندر سے احساسِ کمتری کو دور کرنے کی کوشش کی اور انھیں اپنی ثقافت، اپنے مقام و عظمت کو سمجھنے اور اپنے رتبۂ بلند کو حاصل کرنے کے لیے آواز دی جس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔

دوسری طرف بیرونی اثرات نے بھی نوخیز اور کم تعلیم یافتہ لوگوں کو نقصان پہنچایا، اور ادب وشاعری کی لائن میں ایسے لوگ ابھرے جنھوں نے پُرخلوص انسانی اقدار کے بجائے احساسِ کمتری کے جذبات کے اثر سے نفسانی خواہشات اور غیر اخلاقی ذوق کو ابھارا، اور یہ بات اتنی بڑھی کہ ادب نام ہو گیا نفسانیت اور بے باکی کے خیالات کا، اور کوئی اخلاقی رنگ اختیار کرے تو اس کے ادب کو ادب تسلیم کرنے سے انکار کیا، اس طرح انھوں نے اس سے بجائے تعمیر کے تخریب کا، اور بجائے اصلاح کے افساد کا کام لیا، حالانکہ جو ادب نفسانی خواہشات کے تابع ہوتا ہے، اس سے کسی کے صاف ستھرے انسانی تقاضے اور ضرورت کو فائدہ نہیں پہنچتا، اس لیے انسانیت کا تقاضا ہے کہ ادب کو اس کے حقیقی معرف کے لیے استعمال کیا جائے جس کے ذریعے انسانوں کو تسکین اور ان کی فطری ضرورت کو پورا کیا جائے۔

واضح ہو کہ حضرت مولانا کا خطبۂ صدارت مطبوعہ تھا، حضرت نے پہلے زبانی طور پر آیتِ کریمہ: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ، تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا، وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ، وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ، يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ، وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ، وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ﴾ [سورہ ابراہیم: ۲۴-۲۷] کی روشنی میں چند باتیں ارشاد فرمائیں، اس کے بعد ان کا خطبہ ان کے حکم پر مولانا اقبال احمد ندوی نے اجلاس میں پڑھ کر سنایا۔

اس سے قبل ناظم اجلاس مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری نے اپنے تمہیدی کلمات میں سیمینار کے موضوع پر روشنی ڈالی اور ذیلی عناوین کی تفصیل پیش کی۔

خطبۂ استقبالیہ

سیمینار کے داعی اور میزبان مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی ناظم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کی طرف سے خطبۂ استقبالیہ ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد معز الدین فاروقی ندوی نے پیش کیا، جس میں انھوں نے مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے خطۂ اورنگ آباد کا تعارف کرایا اور یہاں کی علمی وادبی شخصیات، بزرگان دین اور خاص طور پر شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر، عالمگیری امراء، نیز یہاں کے اداروں اور مدارس ومعابد پر روشنی ڈالی، جلسہ کی غرض وغایت بیان کی اور اپنے ادارے کاشف العلوم کا تعارف کراتے ہوئے اس کی علمی وتعلیمی اور ادبی سرگرمیوں اور خدمات کا تذکرہ کیا۔

سکریٹری رپورٹ

اس کے بعد مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری نے رابطہ ادب اسلامی کے سکریٹری مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کی طرف سے ان کی مرتب کردہ رابطہ ادب اسلامی کی کارکردگی کی رپورٹ پڑھ کر سنائی، مولانا نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ یہ رابطہ کا ۳۳واں سیمینار ہے، اس سے قبل مختلف علاقوں میں کل ہند سطح پر ۳۲ سیمینار منعقد ہو چکے ہیں، ان کے علاوہ علاقائی سیمینار بھی بڑی تعداد میں منعقد کیے گئے ہیں، نیز جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد میں منعقد ہونے والا یہ رابطہ ادب اسلامی کا پانچواں سیمینار ہے۔

مولانا نے رابطہ ادب اسلامی کی مختصر تاریخ پیش کرنے کے بعد سیمینار کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اردو زبان وادب کی طویل تاریخ میں ہمیں ایسے ادباء وشعراء ملتے ہیں جنھوں نے اپنے ادب وشعر کو دین اور ملت اسلامیہ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، انھوں نے اپنی ادبی صلاحیتوں کا استعمال اسلام مخالف افکار وخیالات پر تنقید، اسلامی خصائص کو اجاگر کرنے اور دلوں میں اسلامی غیرت وحمیت اور اسلامی فکر پیدا کرنے کے لیے کیا، چنانچہ ادباء کے مضامین پورے ماحول میں ایک آگ سی لگا دیتے اور مسلم معاشرہ کو حرکت وعمل اور سختیاں برداشت کرنے پر آمادہ کر دیتے، اسی طرح شعراء کے اشعار دلوں میں اسلامی غیرت کی آگ بھڑکاتے اور مسلمانوں کو حرکت وعمل اور اصلاحِ احوال پر ابھارتے، اسلامی تاریخ پر ان کا اعتماد بحال کرتے، دلوں میں اسلامی تہذیب وثقافت کی محبت اور مغربی تہذیب وکلچر کی نفرت جاگزیں کرتے اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا ماتم کرتے تھے، اس سلسلے میں علامہ شبلی نعمانیؒ، الطاف حسین حالیؒ، اکبر الہ آبادیؒ، علامہ اقبالؒ اور ظفر علی خاں وغیرہ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔

مولانا نے مزید فرمایا کہ جو بھی اردو ادب کا جائزہ لے گا، اس میں مسلمانوں کی تاریخ کی جھلکیاں دیکھے گا، صرف برصغیر ہی نہیں، بلکہ پورے عالم اسلام کی تصویر اس میں نظر آئے گی، وہ دیکھے گا کہ اردو کے مسلمان ادیب اور مسلمان شاعر کا دل اس وقت بے قرار وبے چین ہو جاتا ہے، جب ایرانی، ترکی یا عربی شخص پر کوئی افتاد پڑتی ہے، گویا وہ اسے اپنا ہی درد سمجھتا ہے، اور اس کی زبان ایسے موقعے پر ملت اسلامیہ کی زبان اور اس کی ترجمان بن جاتی ہے، اس حالت کی بہترین تصویر کشی اور اس "امت پنے" یا عالمی اسلامی مزاج کی شاندار عکاسی علامہ شبلی نعمانیؒ کے وہ اشعار کرتے ہیں جو انھوں نے برطانوی حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے کہے تھے، جب کہ اس حکومت کے بعض وزراء نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ برطانوی سیاست ہندوستانی مسلمانوں کے حق میں عادلانہ ہے تو پھر ہندوستانی مسلمان دوسرے ممالک میں پیش آنے والے واقعات سے کیوں دلچسپی لیتے اور ان پر واویلا مچاتے ہیں، علامہ شبلیؒ نے انھیں اپنے اشعار کے ذریعے منہ توڑ جواب دیا۔

کلمۃ الوفود

افتتاحی اجلاس میں اپنے تاثرات پیش کرتے

ہوئے مولانا عبد الحمید ازہری شیخ الحدیث معہد ملت مالیگاؤں نے قرآن وحدیث کی بلاغت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ابلاغ وسیرت سے متصف ہوکر بہترین ادبی تخلیق پیش کی جاسکتی ہے، انھوں نے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے خاص طور پر حضرت مولاناؒ کی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" کا تذکرہ کیا کہ اس سے اسلامی دعوت وعزیمت کی تاریخ سمجھنے میں مدد ملی، نیز انھوں نے یہ بھی کہا کہ ان کے علامہ شبلی تک پہنچنے کا ذریعہ مولانا سید سلیمان ندویؒ کی کتاب "حیات شبلی" بنی۔

اسی طرح مولانا نسیم الدین مفتاحی صدر مدرس جامعہ کاشف العلوم نے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ کے حوالے سے رابطہ ادب اسلامی کے قیام اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کے زیر اہتمام مختلف سیمناروں کے انعقاد پر روشنی ڈالی۔

رسمِ اجراء کتب

افتتاحی اجلاس کے اختتام پر مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی ناظم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے حالات وسوانح اور ان کی ادبی وعلمی خدمات پر مشتمل مولانا نوشاد الدین ندوی کی مرتب کردہ کتاب کی رسم اجراء صدر اجلاس حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے دست مبارک سے ہوئی، نیز اختتامی اجلاس میں رابطہ ادب اسلامی کی کلکتہ شاخ کے صدر قاری اسماعیل ظفر صاحب کی کتاب "اندھیروں نے مات کھائی ہے"، اور پروفیسر محسن عثمانی ندوی کی کتاب کا اجراء بھی حضرت کے دست مبارک سے ہوا۔

اخیر میں سیمینار کے داعی اور میزبان مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی نے مندوبین اور معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

افتتاحی اجلاس کا آغاز جامعہ ہی کے استاد جناب حافظ مصطفی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، جامعہ کے ایک طالب علم عبد الماجد اور ڈاکٹر تابش مہدی (دہلی) نے بارگاہ رسالت میں نعت شریف کا نذرانہ پیش کیا، جامعہ کے طلبہ محمد فیضان اور ان کے رفقاء نے عربی نظم پیش کی، اجلاس کی صدارت صدر رابطہ اور نظامت دار العلوم ندوۃ العلماء میں صدر شعبۂ عربی مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری اور مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی نے مشترکہ طور پر کی۔

نشست ہائے مقالات

افتتاحی اجلاس کے بعد مقالات کی چار نشستیں منعقد ہوئیں جن میں سیمینار کے موضوع سے متعلق مختلف عناوین پر تقریباً ساٹھ (۶۰) مقالات پیش کیے گئے، مقالات کی نشستوں کی صدارت بالترتیب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا پروفیسر سعود عالم قاسمی صدر شعبۂ دینیات (سنی) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، پروفیسر انیس چشتی (پونہ) اور پروفیسر محسن عثمانی ندوی استاد دار العلوم حیدرآباد نے کی، جب کہ نظامت کے فرائض علی الترتیب مولانا محمد معز الدین فاروقی ندوی، مولانا عبد الرشید ندوی مدنی صدر شعبۂ عربی سرسید کالج اورنگ آباد، مولانا عبد القدیر مدنی اور مولانا نسیم الدین مفتاحی نے انجام دیے، نشستوں کے اختتام پر صدر حضرات نے مقالات پر اپنے گراں قدر خیالات کا بھی اظہار کیا۔

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ: "علامہ شبلی نعمانی اور علامہ اقبال نے اپنے کلام کے ذریعہ امت مسلمہ کے مسائل وقضایا کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا ہے، علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں اسلامی تہذیب کو عام کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور انسانیت سوز مغربی تہذیب کی مضرتیں اور ان کے نقصانات سے آگاہ کیا ہے۔ مزید فرمایا کہ علامہ شبلی نعمانی اور علامہ اقبال نے نہ ریزرویشن کے مطالبہ پر آمادہ کیا، نہ سیاسی واقتصادی بحران کی اپیل کی، بلکہ انھوں نے اسلامی تہذیب وکلچر کو فطرت انسانی کے متضاد تہذیب وتمدن پر غالب کرنے کی تعلیم دی ہے۔

فہرست مقالہ نگاران

سیمینار میں موضوع سے متعلق مختلف پہلوؤں پر جن حضرات نے مقالے پیش کیے، ان کی فہرست کافی طویل ہے، سب کے نام لکھنا مشکل ہے، البتہ ان میں چند اہم حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی، مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مولانا مفتی احمد دیولوی، مولانا محمد ناظم ندوی، پروفیسر سعود عالم قاسمی، ڈاکٹر احسان اللہ فہد فلاحی، ڈاکٹر محمد توقیر عالم فلاحی، ڈاکٹر سمیع اختر، مولانا شاہ تقی الدین ندوی، مولانا قاضی سید مشتاق علی ندوی، مولانا کلیم الرحمٰن خاں ندوی، مولانا محمد عمیر الصدیق ندوی، پروفیسر محسن عثمانی ندوی، پروفیسر مجید بیدار، ڈاکٹر محمد انظر ندوی، مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد علاء الدین ندوی، مولانا اقبال احمد، مولانا مشہود السلام ندوی، ڈاکٹر عبد الماجد قاضی ندوی، مولانا محمد شعیب کوٹی ندوی، مولانا نظام الدین فخر الدین، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا ڈاکٹر عبد الرشید ندوی مدنی، مولانا ڈاکٹر صدر الحسن ندوی مدنی، ڈاکٹر خلیل احمد ندوی، ڈاکٹر تابش مہدی، مولانا محمود حسن حسنی ندوی، مولانا مفتی سید باقر ارشد قاسمی، جناب سلیمان خان، مولانا شیخ علیم الدین ندوی، مولانا محمد واصف مظاہری، مولانا شاکر فرخ ندوی ازہری، مولانا سید ضیاء الحسن، ڈاکٹر محمد ہارون رشید ندوی، مولانا محمد ذاکر بارہ بنکوی ندوی، مولانا شیخ محمد اسلم جالنوی، مولانا محمد ذاکر سہارنپوری، مولانا خورشید عالم میرٹھی، مولانا عبد السبحان دہلوی، مولانا نور محمد ندوی، مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی، مولانا عبد الرحمٰن ملی ندوی، مولانا محمد طیب ندوی، مولانا مفتی رضوان الحسن مظاہری اور مولانا جمال عارف ندوی وغیرہم۔

طلبائے جامعہ کا ثقافتی جلسہ

سیمینار کے دوسرے روز یعنی ۳۰ر نومبر ۲۰۱۳ء کو بعد نماز عصر طلباء جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم کی انجمن کی طرف سے سعید ہال میں صدر رابطہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی زیر صدارت مہمانوں کو استقبالیہ دیا گیا، اس میں طلبہ نے جامعہ کا ترانہ، عربی نظم، نعت کے ساتھ ساتھ اردو اور عربی میں تقریریں کیں، اخیر میں صدر اجلاس نے طلبہ کو بیش قیمت نصائح سے نوازا، جو ان شاء اللہ ان کی آئندہ زندگی میں مشعل راہ کا کام کریں گی، حضرت مولانا نے طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ان طلبہ کا اپنی خوشی کا اظہار کرنا اور یہاں پر مہمانوں کا استقبال کرنا اس بات کی علامت ہے کہ یہاں پر رابطہ کے اس سیمینار کے انعقاد اور پیش کیے جانے والے مقالات سے ان کو بھی فائدہ حاصل ہوگا، اور ان کے علم میں اضافے کا سبب ہوگا۔

حضرت مولانا نے مزید فرمایا کہ اس روئے زمین پر پیش آنے والے واقعات کے حقائق کو جاننا یہ علم ہے اور ان حقائق کا اندازہ لگانا یہ ظن ہے، اور مشاہدات وتجربات سے بھی علم حاصل ہوتا ہے، کچھ حقائق وہ ہیں جو ہم اپنے مشاہدہ وتجربے سے حاصل کرتے ہیں، اللہ نے ہمیں سمجھنے کی جو صلاحیت دی ہے، اس سے ہم جو حقائق کا پتہ لگائیں، وہ ایک علم ہے، اور ایک علم وہ ہے جو انسان کے مشاہدات سے باہر ہے، جو غیب کہلاتا ہے، اس طرح بے شمار چیزیں ہیں جو ہماری نظروں سے اور مشاہدہ سے باہر ہیں، اسی کو علم غیب کہتے ہیں، اور چونکہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے (جو خالق کائنات ہے) آیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آیا ہے، لہٰذا ہمیں اپنے تجرباتی ومشاہداتی علم سے زیادہ اس علم غیب پر یقین رکھنا ضروری ہے، اور ایمان ہمارا اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا، جب تک ہم اس پر یقین نہ کریں، یہ طلبہ علوم نبوت کے طلبگار ہیں، لہٰذا انھیں چاہیے کہ یہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور سب کی رہنمائی کریں۔

شعری نشست

اسی روز یعنی ۳۰ر نومبر ۲۰۱۳ء کو بعد نماز عشاء مہمانان کرام کی ضیافت طبع کے لیے سعید ہال میں ہی ایک شعری نشست کا بھی اہتمام کیا گیا، جس میں مقامی وبیرونی شعراء نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا، مشاعرہ کی صدارت استاد شاعر بشر نواز نے کی، اس میں شمس جالنوی، رضا جالنوی، ڈاکٹر تابش مہدی، زرتاج ہاشمی، قمر ناز، عتیق احمد عتیق، اقبال نقشبندی اور خان شمیم کے علاوہ دیگر شعراء نے اپنا کلام پیش کیا، مشاعرہ میں سامعین بڑی تعداد میں موجود تھے۔

اختتامی نشست

افتتاحی اجلاس اور مقالات کی چار نشستوں کے بعد یکم دسمبر ۲۰۱۳ء کو صدر رابطہ ادب اسلامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی صدارت میں سیمینار کی اختتامی نشست منعقد ہوئی، جس میں سیمینار میں پڑھے گئے مقالات کی روشنی میں تجاویز پیش کی گئیں، بعض مندوبین نے اپنے تاثرات پیش کیے اور آخر میں صدر اجلاس کا اختتامی خطاب ہوا۔

تجاویز

اختتامی اجلاس میں سب سے پہلے مولانا اقبال احمد غازی پوری ندوی نے تجاویز کمیٹی کی مرتب کردہ تجاویز پڑھ کر سنائیں، اس کی تلخیص درج ذیل ہے:

۱- رابطہ کا یہ سیمینار محسوس کرتا ہے کہ علامہ شبلی نعمانیؒ اور ان کے اہل فکر معاصرین مثلاً خواجہ الطاف حسین حالی، اکبر الہ آبادی اور علامہ اقبال وغیرہ کی نثری وشعری تخلیقات کا ملک گیر پیمانہ پر تعارف کرانے اور ان کو علمی اور تحقیقی کاموں کا موضوع بنانے کی ضرورت ہے، اس کے لیے مدارس اور عصری درسگاہوں میں ان کو مطالعہ کا موضوع بنانے کے لئے ذمہ داروں کو توجہ دلائی جائے۔

۲- ہندوستان کے دینی مدارس میں تمام طلبہ کے مطالعہ کے لئے اردو کی علمی وادبی اور دینی کتابوں کا نصاب تیار کیا جائے اور اس نصاب میں دوسرے اساطین ادب کے ساتھ ساتھ علامہ شبلی نعمانیؒ اور ان کے اہل فکر معاصرین کی کتابوں کو خصوصیت کے ساتھ شامل کیا جائے۔

۳- علامہ شبلی کے تلامذہ اور ان کے خرمن علم وادب سے خوشہ چینی کرنے والوں کی طرف بھی طلبہ کو متوجہ کیا جائے تاکہ طلبہ کا علمی وادبی ذوق صیقل ہوسکے۔

۴- ماضی قریب کی تاریخ میں ملت اسلامیہ کو جو مسائل درپیش تھے، ان مسائل کے سلسلہ میں خواجہ الطاف حسین حالی، اکبر الہ آبادی، علامہ اقبال اور اس عہد کے دوسرے اہل قلم کی جو شعری ونثری تخلیقات ہیں، ان سے بھی طلبہ کو واقف کرایا جائے، اور حالات حاضرہ سے اس عہد میں بھی مسلمانوں کے مسائل ومشکلات سے طلبہ کو واقف کرانے اور ان موضوعات پر مسلسل لکھنے پڑھنے کا ذوق پیدا کیا جائے تاکہ بے شعوری اور بے خبری کا مزاج ختم ہو۔

۵- تمام مسلم خاندانوں میں اردو زبان وادب کے رشتے کو مضبوط کرنے کی طرف توجہ مبذول کی جائے تاکہ مسلمانوں کی نئی نسل اپنی تہذیب وزبان سے ناآشنا اور بیگانہ نہ رہے، اور اس کے لئے شعور کی بیداری کی تحریک چلائی جائے۔

۶- عالم اسلام کی سطح پر مسلمان مغربی تہذیب کی سازش کا شکار ہورہے ہیں، مسلمان طلبہ کو اس محاذ پر تیاری اور اسلامی تہذیب کے خلاف سازش کے دفاع کے لئے تیار کیا جائے اور اس موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی جائے۔

تاثرات مندوبین

تجاویز کے بعد صدر محترم کے اختتامی خطاب سے قبل سب سے پہلے مولانا شاہ تقی الدین فردوسی ندوی اور پروفیسر مجید بیدار نے اپنے تاثرات پیش کیے، مولانا شاہ تقی الدین فردوسی ندوی نے سیمینار کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اسلامی ادب کا تصور قرآنی پیغام کو پہنچانے کا ذریعہ اور سبب ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ایسا لٹریچر تیار کرنے کا اہتمام کیا جائے جس کے ذریعے صحیح اسلامی ادب کو فروغ

ملے، ادب کا صحیح تصور لوگوں کے ذہن ودماغ میں راسخ ہو اور اس میں لازمی طور پر بچوں کا اور نوجوانوں کا ذکر ہو، اور اس میں ان کی نفسیات کو ملحوظ رکھا گیا ہو، اسماعیل میرٹھی نے اس میدان میں ادب کی کافی خدمت کی ہے، اسی طرح علامہ شبلیؒ نے بھی اپنی شاعری اور تحریر کے ذریعے نوجوانوں کو خطاب کیا ہے، لہٰذا ہم ایک بار پھر ذمہ دارانِ رابطہ سے درخواست کرتے ہیں کی اس طرح کے لٹریچر کی تیاری کی طرف خصوصی توجہ کی جائے۔

پروفیسر مجید بیدار نے سیمینار کے حوالے سے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس سیمینار میں گزشتہ تین دنوں میں مقررہ موضوع پر بیش بہا مقالات پیش کیے گئے، ہم اس سیمینار میں حاضری پر خدا کے حضور سراپا شکر وسپاس ہیں، انھوں نے مزید کہا کہ آج کا معاشرہ تیزی کے ساتھ مغربی تہذیب کی طرف مائل ہو رہا ہے اور تہذیب نو کا دلدادہ ہوتا جارہا ہے، چنانچہ اس بدلتے دور میں جہاں ایک طرف صالح لٹریچر تیار کرنے کی ضرورت ہے، وہیں دوسری طرف ضرورت اس بات کی بھی متقاضی ہے کہ اس ترقی پذیر زمانہ کو دیکھتے ہوئے ایسی سیڈیز (C.Ds.) اور ڈیویڈیز (D.V.Ds.) تیار کی جائیں جن کے ذریعے اسلامی تعلیمات اور ادب کے صحیح تصور کو فروغ حاصل ہو اور انھیں یوٹیوب (Youtube) پر بھی Upload کیا جائے، یہ تین روزہ سیمینار واقعۃً بڑی اہمیت کا حامل ہے، یہ بامقصد اور کامیاب جلسہ ہے، ہم اس پر خدا کے حضور شکر بجالاتے ہیں، دینی مدارس اسلام کے فروغ اور دین کے تحفظ کے پاسبان ہیں، ہمارے آباء واجداد نے خدمت دین اور اشاعت دین کا جو کام شروع کیا تھا اس کا تسلسل ان مدارس کے ذریعہ جاری وساری ہے، اس طرح سیمینار کے ذریعے نسل نو کو صحیح رہنمائی ملتی ہے، یہ سیمینار ان کے سامنے زندگی گزارنے کے نمایاں خطوط متعین کرتے ہیں۔

اختتامی صدارتی خطاب

آخر میں صدر جلسہ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ رابطہ ادب اسلامی باضابطہ کوئی ادارہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک تحریک ہے۔ ادب در حقیقت وجدانی کیفیات اور قلبی جذبات کی ترجمانی اور عکاسی کرتا ہے، ادب ایک آئینہ ہے جس میں انسانی کیفیات منعکس ہوتی ہیں، ایک اچھے انسان کا خاصہ یہ ہے کہ وہ اچھی چیز کا انتخاب کرتا ہے اور بری چیز کو ترک کردیتا ہے، لوگ عموماً ادب کو اپنے نفسانی جذبات کی تسکین کے لیے استعمال کرنے لگے ہیں اور بڑھتے بڑھتے اس کا دائرہ شہوت رانی تک پہنچ گیا ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اس کو محسوس کیا اور ادب کو صحیح رخ دینے اور صالح مقاصد کے لیے اس کے استعمال کی طرف خصوصی توجہ دی، اسی سلسلہ میں ندوہ میں ایک کانفرنس منعقد کی تاکہ اس کے ذریعے ادب کو صحیح رخ دیا جائے اور صالح انسانی مفادات میں اس کا استعمال کیا جائے اور قلبی جذبات کی صحیح اور بامقصد عکاسی کی جائے، رابطہ ادب اسلامی کے قیام کا یہی بنیادی محرک اور پسِ منظر ہے، رابطہ کی اس تحریک کو بڑی پذیرائی ملی اور بہت ہی جلد اس نے عالمی شکل اختیار کرلی اور اس کی متعدد شاخوں کا قیام عمل میں آیا، تعلیم کے ذریعے مسلمانوں کی دینی، تہذیبی، ثقافتی بنیادوں کو متزلزل کرنے اور انھیں تبدیل کرنے کی جو کوششیں کی جارہی تھیں، ان کے دفاع میں ہمارے اسلاف نے جو خدمات انجام دی ہیں، ان کے تذکرہ کے لیے یہ سیمینار منعقد ہوا۔

مولانا نے مزید فرمایا کہ انگریزوں نے نہ صرف یہاں ہندوستان بلکہ برصغیر پر حکومت کی بلکہ یہاں کی قدروں کو تبدیل کرنے اور ان کے ذہن وفکر کو تبدیل کرنے کی کوشش کی، چنانچہ اس دور پرفتن میں علامہ شبلی نعمانی، خواجہ الطاف حسین حالی اور علامہ اقبال وغیرہ اس کے خلاف آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوگئے، اور ادب وشعر کے ذریعے اس کا جم کر مقابلہ کیا اور اسلام کے روشن وتابناک دور اور عہد زریں کو امت کے سامنے پیش کیا، ان کا لٹریچر اور ان کا ادب وشعر اس دور کے حالات، مسائل وقضایا اور صحیح صورتحال کو سمجھنے میں بہت ممد ومعاون اور مساعد ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ملی تقاضوں اور موجودہ خطرات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرنے کی توفیق سے نوازے۔

کلمات تشکر

مولانا محمد معزالدین فاروقی ندوی نے اخیر میں تمام شرکاء اجلاس، مندوبین اور مہمانان کا شکریہ ادا کیا اور صدر جلسہ کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

سیمینار میں ماشاء اللہ ہندوستان کے مختلف علاقوں اور مختلف یونیورسٹیوں اور اداروں کی نمائندگی رہی، جس میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے علاوہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، دار العلوم حیدرآباد، دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد، معہد الدراسات الاسلامیہ بھوپال، معہد دار العلوم حسینیہ امراوتی، جامعہ اسلامیہ اکل کوا، مولانا آزاد اور سرسید کالج اورنگ آباد، جبریل انٹرنیشنل اسکول کلکتہ، مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی، المعہد الاسلامی مانک مئو سہارنپور، جامعہ علوم القرآن جمبوسر، جامعہ اسلامیہ بھٹکل، معہد ملت مالیگاؤں، نیز ممبئی، پونہ اور گجرات کے مدارس و جامعات کے اساتذہ اور ذمہ داران موجود تھے۔

جلسۂ اصلاح معاشرہ

رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار کے اختتام پر یکم دسمبر ۲۰۱۳ء کو بعد نماز مغرب "اصلاح معاشرہ" کے عنوان سے ایک عظیم الشان اجلاس بھی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی زیر صدارت منعقد کیا گیا، جس میں صدر اجلاس کے علاوہ مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری اور دیگر علماء کرام کے بصیرت افروز بیانات ہوئے۔

☆☆☆☆☆

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: ایک مسلمان خاتون نے اپنا نکاح گھر والوں کی مرضی کے خلاف ایک غیر مسلم سے کرلیا، باپ زندگی بھر ناراض رہے اور اپنے گھر آنے نہیں دیا، والد کا انتقال ہوگیا ہے، اس نے کافی جائدادیں چھوڑی ہیں، تمام بھائی بہنوں نے جائدادیں تقسیم کرلی ہیں، لیکن اس خاتون کو نہیں ملی جس نے غیر مسلم سے نکاح کرلیا ہے، کیا وہ باپ کی جائداد میں حصہ پائیگی؟

جواب: کسی مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم سے جائز نہیں ہے، اس لیے یہ نکاح ہی نہیں ہوا ہے، کسی مسلم خاتون کا غیر مسلم کے ساتھ رہنا سنگین گناہ اور آخری درجہ کی بے حیائی ہے، اسے فوراً توبہ کرکے اپنے گھر آجانا چاہیے، بھائیوں اور دیگر اعزہ کی ذمہ داری ہے کہ اسے فوراً اس برے ماحول سے لے آئیں ورنہ عنداللہ مؤاخذہ ہوگا، اگر اس خاتون نے اپنا مذہب تبدیل نہیں کیا ہے اور وہ اب تک مسلمان ہیں تو اپنے والد مرحوم کی جائداد میں حصہ پائے گی، خدانخواستہ اگر مذہب اسلام سے پھر گئی ہے اور مرتد ہوگئی ہے تو والد مرحوم کی متروکہ جائیداد میں حصہ نہیں پائے گی، کیونکہ ارتداد کی وجہ سے وارث حصہ سے مرحوم ہوجاتا ہے: "أما المرتد فلا یرث من أحد لا من مسلم ولا من مرتد مثلہ، وکذلک المرتدۃ لاترث من أحد لأنہا لیست ذات ملۃ"۔ (مرتد کسی کا وارث نہیں ہوتا نہ مسلمان کا اور نہ ہی مرتد کا، اسی طرح مرتدہ عورت کسی کا وارث نہیں ہوگی اس لیے کہ ایک ملت نہیں ہے)۔ [شریفیہ: ص/۱۴۱]

سوال: ایک شخص کا انتقال ہوگیا ہے ان کے ورثہ میں دو لڑکے ہیں، مرحوم نے ایک زمین ترکہ میں چھوڑی ہے، وارثین میں ایک بھائی چاہتے ہیں کہ یہ زمین والد مرحوم کے نام مسجد میں دیدیں، کیا کوئی وارث جو گھر کا ذمہ دار ہو وہ زمین مسجد میں دے سکتا ہے؟

جواب: جو زمین مال متروکہ میں ہو اور وہ ورثہ کے درمیان مشترک ہو تو تمام ورثہ کی اجازت کے بغیر کوئی وارث اسے مسجد میں نہیں دے سکتا: "لا یجوز لأحد أن یتصرف فی نصیب الآخر إلا بأمرہ" (کوئی وارث دوسرے وارث کے حصہ میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کرسکتا)۔

[فتاویٰ ہندیہ: ۳۰۱/۲]

سوال: ایک شخص کا انتقال ہوگیا ہے، ان کے وارثین موجود ہیں، کیا کوئی وارث دیگر ورثہ کی اجازت کے بغیر مرحوم کے مال متروکہ میں سے برائے ایصال ثواب فقراء پر خرچ کرسکتا ہے؟

جواب: اگر مال مشترک ہو، تقسیم شدہ نہ ہو تو تمام ورثہ کی اجازت کے بغیر تنہا کوئی وارث تصرف نہیں کرسکتا خواہ کار خیر ہی کیوں نہ ہو۔

[حوالہ سابق]

سوال: اگر کوئی شخص مال حرام چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوا ہو کیا وارثین اس حرام مال کو مال متروکہ سمجھ کر آپس میں تقسیم کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جو مال حلال ہو وہ وارثین کے درمیان تقسیم ہوگا اور جو حرام ہو وارثین ان کے لینے کا حقدار نہیں بلکہ اگر مال حرام کے مالک کا علم ہو تو اصل مالک کو لوٹانا ضروری ہے، اگر مالک کا علم نہ ہو تو ضرورتمندوں پر اس کا صدقہ کردینا لازم ہے: "وهو حرام مطلقاً علی الورثة سواء علموا أربابه أولا فان علموا أربابه ردوه علیهم والا تصدقوا به" (الدر المختار مع رد المحتار ۵۵۴/۹)

سوال: ایک شخص نے اپنے خاص رشتہ دار کو اپنا مکان زبانی وتحریری وصیت کردی، اور حقوق ملکیت اپنے انتقال کے بعد لکھ دیا، اب وہ شخص اپنی زندگی ہی میں اس وصیت کو ختم کرنا چاہتا ہے تو کیا وصیت سے رجوع کا حق ہوگا؟

جواب: شرع اسلامی میں اس کی گنجائش ہے کہ اگر کوئی وصیت کرنے کے بعد وصیت سے رجوع کرے تو وصیت ختم ہوجائیگی:

"وله الموصی الرجوع عنها"۔ [الدر المختار علی رد المحتار: ۳۵۰/۱۰، کتاب الوصایا]

سوال: ایک شخص کے روپے بینک میں جمع تھے، اس نے یہ تحریر لکھ دی کہ میرے انتقال کے بعد یہ روپے میری بیوی کے ہوں گے، شخص مذکور کا انتقال ہوگیا ہے، ان کی ماں باحیات ہیں، کیا بینک میں جمع روپے میں ماں حقدار ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر شخص مذکور نے روپے اپنے نام بینک میں جمع کیا، اور بیوی کے حق میں یہ لکھ دیا ہے کہ یہ روپے بیوی کو ملے تو یہ بیوی کی رقم نہیں ہوگی، بلکہ مال متروکہ میں شامل ہوگی اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں بیوی ایک چوتھائی اور ماں ایک تہائی کی حقدار ہوگی۔ [فتاویٰ ہندیہ، کتاب الفرائض: ۴۴۹/۶]

☆☆☆☆☆

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845

Shop: 9415002532
2613736
3958875

سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

پروپرائٹر: محمد اسلم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18
E-mail: hajisafiullahjeweller@gmail.com

MAQBOOL JEWELLERS

مقبول جویلرس

جوتے والی گلی امین آباد

Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow
Mob.: 9956069081-9919089014
Shop No. S-13 Gole Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

Phone: 0522-3058047

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلی کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ

Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties

شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لیے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ

menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

پروپرائٹر: ولی اللہ

ولی اللہ جویلرس

WALIULLAH
Jewellers

ALL KINDS OF GOLD, SILVER & DIAMOND JEWELLERY

Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TEGORE MARG,
LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)
Phone : 0522-2741231

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)
فون نمبر : ۰۵۲۲-۲۷۴۱۲۳۱

Date 17/10/2013

تاریخ یکم ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ

اپیل

اللہ تعالی کا شکر ہے کہ دار العلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے، اور طالبان علوم نبوت جوق در جوق آ کر اس سرچشمۂ علم سے فیضیاب ہو رہے ہیں، طلباء کی کثرت کی وجہ سے دار العلوم کی مسجد میں مزید نمازیوں کے لیے گنجائش نہیں رہ گئی ہے، بارش یا دھوپ میں طلباء کو بہت تکلیف ہوتی ہے، اس صورت حال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر مسجد کی مزید توسیع کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

مسجد دار العلوم ندوۃ العلماء کے وسیع صحن کے نیچے بیسمنٹ اور صحن پر چھت ڈال کر اس کے اوپر ایک منزل تعمیر کرنے کا منصوبہ ہے، جس پر مبلغ -/1,94,59,700 (ایک کروڑ، چورانوے لاکھ، انسٹھ ہزار، سات سو) روپے خرچ کا تخمینہ ہے، جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے اور مسجدوں کی تعمیر میں اللہ نے جو اجر و ثواب رکھا ہے اس کے مستحق بن سکیں گے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"جو کوئی اللہ کے لیے مسجد تعمیر کرائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرائے گا"۔

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی
نائب ناظم
ندوۃ العلماء

(مولانا) محمد واضح رشید ندوی
معتمد تعلیم
ندوۃ العلماء

(پروفیسر) اطہر حسین
معتمد مال
ندوۃ العلماء

(مولانا) سعید الرحمن اعظمی ندوی
مہتمم دار العلوم
ندوۃ العلماء

(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی
ناظر عام
ندوۃ العلماء

چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:
NADWATUL ULAMA
A/C NO. 10863759733
(State Bank of India Main Branch, Lucknow.)

اس پتہ پر ارسال کریں:
NAZIM NADWATUL ULAMA,
P.O. BOX NO. 93, TAGORE MARG,
LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (0522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address:nadwa@sancharnet.in/ website: www.nadwatululama.org.